حسن التعمم
لبیان حد التیمم
۱۳۳۵ھ
تصنیفِ لطیف
اعلیٰ حضرت، مجدّدِ دین وملّت،
امام احمد رضا خان بریلوی
اعلیٰ حضرت نیٹ ورک
Alahazrat Network

رسالہ

حُسن التعمّم لبیانِ حدّ التیمّم ۱۳۲۵

تیمّم کی ماہیت وتعریف کا بہترین بیان (ت)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۱۱۲ ۱۱ محرم الحرام ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں **سوال اوّل** تیمم کی تعریف وماہیت شرعیہ کیا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تیممنا صعیدا طیبا من ساحۃ کرم الیہ یصعد الکلم الطیب لیطھر قلوبنا والسنتنا فنستاھل ان نقول بنیۃ زکیۃ ومقول طیب۔

ہم نے اس میدانِ کرم کی سطح پاک (صعید طیب) کا قصد کیا جس تک پاکیزہ کلمے صعود وترقی پاتے ہیں تاکہ وہ ہمارے دلوں اور زبانوں کو طہارت وپاکیزگی بخش دے جس کے باعث ہم صاف ستھری نیت اور پاکیزہ زبان سے بولنے کے قابل ہوجائیں۔

ان الحمد للہ الذی انزل قراٰن غیر ذی عوج وما جعل علینا فی الدین

یقیناً ساری تعریف خدا کے لیے ہے جس نے ایسا قرآن نازل فرمایا جس میں ذرا بھی کجی نہیں، اور

من حرج۔

جس نے دین میں ہم پر کوئی تنگی نہ رکھی۔

والصلاۃ والسلام عدد الرمل و التراب ۝ علی رحمۃ الرحمٰن ومنۃ الوھاب ۝ الذی اتی بالدین یسرامیسورا ۝ وجعلت لہ الارض مسجدا وطھورا ۝ فایما رجل من امتہ ادرکتہ الصلاۃ فلیصل ۝ متمتعا ببرکۃ اٰل ابی بکر الاجل۔

ریت اور مٹی کے ذرّات کی تعداد میں درود و سلام ہو رحمت رحمٰن اور احسانِ وہاب پر جو سہل و آسان دین لے کر تشریف لائے، اور جن کے لیے زمین مسجد اور مطہّر بنادی گئی کہ ان کی امت کا جو شخص بھی نماز کا وقت پاجائے وہ بزرگ ابوبکر کی آلِ پاک کی برکت سے فائدہ اٹھاتا ہوا نماز ادا کرے۔

وعلی اٰلہ وصحبہ ۝ وابنہ وحزبہ ۝ اجمعین ۝ ابد الاٰبدین۔

اور اُن کی آل، ان کے اصحاب، ان کے فرزند، ان کے گروہ سب پر، ہمیشہ ہمیشہ (درود و سلام ہو) (ت)

امام محقق ابن الہمام پھر اُن کے اتباع سے بہت اعلام نے قرار دیا کہ حق یہ کہ وہ چہرہ و ہر دو دست کا صعید یعنی جنس ارض طاہر سے مسح کرنا ہے یہ اجمال بہت تفصیل کا طالب فاعلم انہ جاء تحدیدہ فی کلماتھم علی ستۃ وجوہ (معلوم ہو کہ کلماتِ علماء میں تیمم کی تعریف چھ طرح سے آئی ہے۔ت):

الوجہ الاول مااختارہ عامۃ شراح الھدایۃ انہ القصد الی الصعید الطاھر للتطھیر[1] وردہ المحقق فی الفتح واتباعہ بان القصد وھوالنیۃ شرط لارکن[2] واجاب عنہ العلامۃ ش بجوابین:

تعریف اوّل وُہ ہے جو ہدایہ کے عامّہ شارحین نے اختیار کی: تطہیر کے لیے پاک سطح زمین کا قصد کرنا **اعتراض** فتح القدیر میں محقق ابن الہمام نے اور ان کے متبعین نے یُوں رَدکر دیا کہ قصد یعنی نیت تیمم کیلئے شرط ہے رکن نہیں (اور تعریف میں اسے عین تیمم قرار دیا گیا ہے جس سے رکن ہونا ہی ظاہر ہے) علامہ شامی نے اس اعتراض کے دو جواب دیے:

اولھما ان الشرط ھو قصد عبادۃ مقصودۃ الی اٰخر ما یأتی لا قصد نفس

جواب اوّل: تیمم میں جو قصد و نیت شرط ہے وہ یہ کہ کسی عبادت مقصودہ کا قصد ہو خود سطح زمین کا قصد

---

[1] الکفایۃ مع الفتح باب التیمم نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۰۶
[2] فتح القدیر باب التیمم نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۰۶

الصعید[1] اھ۔

شرط نہیں۔

اقول اولاً[1] قصد الصعید مامور بہ فی القراٰن العظیم فتیمموا صعیدا طیبا[2] غیر ان القصد لابد لہ من غایۃ وھی استباحۃ[عہ] عبادۃ مقصودۃ الخ ولا یقصد ذٰلک الامن استعمال الصعید فقصد الصعید لابد منہ ولا تحقق للتیمم الابہ واذ لیس کما فھو شرط لاشک کنفس الصعید فانہ ایضا من شرائط التیمم کما قال العلامۃ نفسہ ان الشارح نبہ علی انہ ای قصد الصعید شرط وکذا الصعید وکونہ مطھرا کما افادہ ح[3] فافھم اھ۔

اقول، اوّلاً صعید (سطح زمین) کے قصد کا تو قرآن عظیم میں حکم موجود ہے ارشاد ہے: فتیمموا صعیدا طیبا (تو پاک روئے زمین کا قصد کرو) یہ الگ بات ہے کہ قصد کی کوئی غایت ہونا ضروری ہے۔ اور وہ نماز کو مباح کرنے والے تیمم میں یہ ہے کہ کسی عبادت مقصودہ کا جواز چاہے الخ۔ اور یہ قصداً جنس ارض کے استعمال ہی سے مقصود ہوتا ہے تو جنس ارض کا قصد ضروری امر ہے جس کے بغیر تیمم کا ثبوت اور تحقق نہیں ہوسکتا۔ اور یہ قصد جب رکن نہیں تو اس کا شرط ہونا یقینی ہے۔ جیسے خود جنس زمین، یہ بھی شرائط تیمم میں سے ہے، جیسا کہ خود علامہ شامی نے فرمایا ہے کہ شارح نے اس پر تنبیہ کردی کہ جنس زمین کا قصد شرط ہے اور اسی طرح جنس زمین اور اس کا مطہر ہونا بھی شرط ہے جیسا کہ حلبی نے افادہ فرمایا فافہم اھ۔

وثانیا تریدون[2] بہ رد الایراد وان سلم ماذکرتم لما افاد الایراد الا ازدیاد لانہ جعل حقیقۃ التیمم مالا توقف لہ علیہ اصلا فضلا عن

ثانیاً آپ اعتراض دفع کرنا چاہتے ہیں حالانکہ آپ کا جواب اگر تسلیم کرلیا جائے تو اس سے اعتراض میں اور اضافہ ہی ہوگا اس لیے کہ اس جواب نے تو تیمم کی حقیقت ایک ایسی چیز کو قرار دے دیا جس پر تیمم سرے سے موقوف ہی نہیں اس چیز کا رکن تیمم ہونا

عہ ای فی التیمم المبیح للصلاۃ ۱۲ منہ غفرلہ۔ یعنی نماز کو مباح کرنے والے تیمم میں۔ (ت)

---

[1] رد المحتار باب التیمم مصطفی البابی مصر ۱/۱۶۸ [2] القرآن ۴/۴۳

[3] " " " " " "

الرکنیۃ۔

تو الگ رہا (یعنی عبادت مقصودہ کا جواز چاہنے سے الگ کرکے صرف "جنس زمین کو مقصود بنانے" پر تیمم کا ثبوت موقوف ہی نہیں تو یہ رکن تیمم کیونکر ہوگا؟) (ت)

والأخر ان المعانی الشرعیۃ لاتوجد بدون شروطھا فمن صلی بلاطہارۃ مثلا لم توجد منہ صلاۃ شرعا فلابد من ذکر الشروط حتی یتحقق المعنی الشرعی فلذا قالوا بشرائط مخصوصۃ کما مر[۱] اھ یرید ما یأتی فی التعریف الثانی إن شاء اللہ تعالٰی۔

جواب دوم: شرعی معانی کا وجود ان کی شرطوں کے بغیر نہیں ہوتا مثلاً اگر کسی نے بغیر طہارت کے نماز پڑھی تو اس سے نماز شرعی کا وجود نہ ہوا اس لیے شرطوں کا ذکر ضروری ہے تاکہ شرعی معنی کا تحقق ہوسکے اسی لیے علماء نے "بشرائط مخصوصۃ" کہا جیسا کہ گزرا اھ علامہ شامی کی مراد وہ الفاظ ہیں جو تعریف دوم میں آئیں گے ان شاء اللہ تعالٰی۔

اقول: لاکلام (ف) فی ذکر الشروط بل فی جعل الشرط حقیقۃ المشروط کما یفیدہ بقولھم ھو قصد الصعید بخلاف (ف) قولھم بشرائط مخصوصۃ فانہ ذکر الشرط علی جھتہ ومرتبتہ فالاستناد بہ فی غیر محلہ و(ف)شیئ ما قط لایوجد بدون شرطہ عینا کان او معنی شرعیا او غیرہ لکن لایصیر بہ الشرط رکن المشروط حتی یحد بہ وکیف (ف) یسوغ ان یقال ان الصلاۃ ھی الطہارۃ وان کانت لاتوجد الابھا نعم یصلح عذرا لہ ما قال قبل الجواب من انہ لابد فی الالفاظ الاصطلاحیۃ المنقولۃ عن اللغویۃ ان یوجد فیھا المعنی اللغوی غالبا ویکون المعنی الاصطلاحی اخص

اقول: شرطوں کے ذکر کرنے پر کوئی کلام نہیں بلکہ کلام اس پر ہے کہ شرط ہی کو مشروط کی حقیقت کیسے بنادیا گیا جیسا کہ ان کا قول "ھو قصد الصعید" (تیمم جنس زمین کے قصد کا نام ہے) بتارہا ہے۔ اور تعریف دوم میں لفظ "بشرائط مخصوصۃ" کی حیثیت اس کے برخلاف ہے۔ اس میں شرط کو اس کی صحیح صورت اور مرتبہ میں رکھ کر ذکر کیا گیا ہے۔ اس لیے اس سے استناد بے محل ہے۔ کوئی بھی چیز ــ خواہ عین ہو یا معنی شرعی یا اور کچھ ــ اپنی شرط کے بغیر کبھی نہیں پائی جاتی ــ لیکن اس سے شرط، مشروط کا رکن نہیں ہوجاتی کہ اس شرط کے ذریعہ اس کی تعریف کی جاسکے ــ نماز اپنی شرط طہارت کے بغیر وجود میں نہیں آتی لیکن کیا یہ کہنا روا ہوگا کہ نماز طہارت کا نام ہے؟ ہاں اس تعریف میں "قصد

---

[۱] ردالمحتار باب التیمم مصطفی البابی مصر ۱/۱۶۸

من اللغوی ولذا عرف المشایخ الحج بانہ قصد خاص بزیادۃ اوصاف مخصوصۃ[1] اھ وحاصلہ انہ تسامح یحمل علیہ بیان المناسبۃ بین المنقول عنہ والیہ وقد اشار الیہ بعض المعرفین بہ کالعنایۃ اذ قال التیمم فی اللغۃ القصد وفی الشریعۃ القصد الی الصعید الطاھر للتطھر فالاسم الشرعی فیہ المعنی اللغوی[2] اھ ھذا۔

الصعید" ذکر کرنے کے عذر میں بیان کئے جانے کے قابل وہ ہے جو علامہ شامی نے مذکورہ دونوں جوابوں سے پہلے فرمایا کہ لغوی معانی سے منقول، اصطلاحی الفاظ میں عموماً لغوی معنی ضرور پایا جاتا ہے۔ اور اصطلاحی معنی لغوی معنی سے اخص ہوتا ہے۔ اسی لیے مشایخ نے حج کی تعریف یہ کی ہے کہ حج ایک خاص قصد ہے کچھ مخصوص اوصاف کی زیادتی کے ساتھ اھ حاصل یہ ہوا کہ یہ ایک تسامح ہے جو معنی منقول عنہ اور معنی منقول الیہ کے درمیان مناسبت بتانے کے پیش نظر روا رکھا گیا ہے۔ بعض تعریف کرنے والوں نے اس بات کی طرف اشارہ بھی کیا ہے۔ جیسے عنایہ میں کہا ہے۔ لغت میں تیمم کا معنی قصد ہے۔ اور شریعت میں پاک ہونے کے لیے پاک سطح زمین کا قصد کرنا۔ تو تیمم کے شرعی نام میں لغوی معنی بھی موجود ہے اھ ہذا۔ (ت)

ثم التعبیر بطاھر اطبق علیہ
تیمم کی تعریف میں طاہر اور مطہر سے تعبیر کا فرق

عامۃ الکتب متونا وشروحا وفتاوی وابدلہ فی التنویر بالمطھر قال فی الدر خرج الارض المتنجسۃ اذا جفت فانھا کالماء المستعمل[3] اھ ای طاھرۃ غیر طھور فتجوز الصلاۃ علیھا ولا یجوز التیمم بھا وبہ اخذ البحر علی الکنز قائلا کان ینبغی للمصنف ان یقول بمطھر لیخرج ماذکرنا کما عبر بہ فی منظومۃ ابن وھبان[4] اھ۔

متون، شروح، فتاوٰی کی عامہ کتب کا "طاہر" سے تعبیر پر اتفاق ہے مگر تنویر الابصار میں "طاہر" کی بجائے "مطہر" کہا۔ در مختار میں مطہر سے تعبیر کا فائدہ بتایا کہ یہ کہنے سے وہ زمین خارج ہو گئی جو نجس ہوتی پھر خشک ہو گئی کیونکہ وہ مائے مستعمل کی طرح ہے یعنی طاہر تو ہے مطہر نہیں۔ تو اس زمین پر نماز پڑھنا جائز ہے مگر اس سے تیمم کرنا جائز نہیں، اسی لیے بحر رائق میں کنز الدقائق کی عبارت پر گرفت

---

[1] رد المحتار باب التیمم مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۶۸
[2] عنایۃ مع الفتح باب التیمم مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۰۶
[3] الدر المختار باب التیمم مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۴۱
[4] بحر الرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۴۷

کی ہے کہ مصنف کو "بمطہر" کہنا چاہئے تھا تاکہ وہ خارج ہوجائے جس کا ہم نے ذکر کیا، جیسا کہ ابن وہبان کے منظومہ میں "مطہر" سے تعبیر کی ہے اھ (ت)

واغرب[1] القہستانی فاخذ علی النقایۃ واشار الی عبارۃ قد کان فیہا الجواب لو تأمل اذ قال (علی کل طاھر) تعمیم لایخلو عن تسامح والعبارۃ علی طاھر کامل فانہ لایجوز بارض صارت نجسۃ ثم ذھب اثرھا۔[2]

اور قہستانی نے عجیب بات کی نقایہ پر گرفت کرکے اس کی مراد کی طرف ایسے الفاظ میں اشارہ کیا کہ ان ہی الفاظ میں گرفت کا جواب بھی موجود تھا اگر وہ غور سے کام لیتے۔ نقایہ کی عبارت ہے: "علی کل طاھر" (ہر طاہر پر)۔ اس پر قہستانی نے کہا: یہ تعمیم تسامح سے خالی نہیں۔ اور مراد "طاہر کامل" ہے کیونکہ تیمم ایسی زمین پر جائز نہیں جو نجس ہوگئی پھر اس کا اثر جاتا رہا اھ۔ (ت)

اقول الطہارۃ لاتقبل التشکیک وانما التفاوت بما لانجس فیہ اصلا وما فیہ نجس قلیل معفو عنہ فیکون ھذا ھو الجواب ان المراد بالطاھر کامل الطہارۃ الذی لاعفو فیہ۔

اقول طہارت قابل تشکیک نہیں (کہ حقیقی طور پر طاہر کامل وطاہر ناقص کی تقسیم ہوسکے) فرق یہ ہوتا ہے کہ کوئی ایسا طاہر ہوتا ہے جس میں ذرا بھی نجس چیز شامل نہیں۔ اور کوئی ایسا طاہر ہوتا ہے جس میں ایسا قلیل نجس ہوتا ہے جو معاف ہے تو نقایہ پر اعتراض کا یہی جواب ہے کہ طاہر سے مراد وہ کامل الطہارۃ ہے جس میں نجس قلیل عفو شدہ بھی نہیں۔ (ت)

وھذا ما افادہ الامام ملک العلماء فی البدائع اذ قال ان[1] احراق الشمس ونسف الریاح اثرھا فی تقلیل النجاسۃ دون استئصالہا والنجاسۃ وان قلت تنافی وصف الطہارۃ فلم یکن اتیانا بالمأمور بہ فلم یجز فاما النجاسۃ القلیلۃ فلا تمنع جواز الصلاۃ عند اصحابنا ولا یمتنع ان یعتبر القلیل من النجاسۃ فی بعض الاشیاء دون

امام ملک العلماء نے بدائع الصنائع میں یہی افادہ فرمایا، فرماتے ہیں "سورج کی تمازت اور ہواؤں کے اڑانے کا اثر صرف یہ ہوتا ہے کہ نجاست کم ہوجاتی ہے بالکل ختم نہیں ہوتی۔ اور نجاست اگرچہ کم ہو طہارت کے منافی ہے تو (وہ زمین جو نجس ہوکر خشک ہوگئی اس پر تیمم کرنے میں، پاک زمین سے تیمم کا) جو حکم دیا گیا ہے اس کی بجا آوری نہ ہوسکے گی اس لیے اس سے تیمم جائز نہ ہوا۔ لیکن قلیل نجاست

---

[1] جامع الرموز باب التیمم المطبعۃ الکریمیہ قزان (ایران) ۱/۶۸

البعض الاتری ان النجاسۃ القلیلۃ لو وقعت فی الاناء تمنع جواز الوضوء بہ ولو اصابت الثوب لاتمنع جواز الصلاۃ[1] اھ

ہمارے اصحاب کے نزدیک جواز نماز سے مانع نہیں اور یہ کوئی محال امر نہیں کہ بعض چیزوں میں قلیل نجاست کا اعتبار ہو اور دوسری بعض چیزوں میں نہ ہو۔ دیکھو کہ برتن میں اگر تھوڑی نجاست پڑ جائے تو اس سے وضو جائز نہیں اور اگر اتنی ہی تھوڑی نجاست کپڑے میں لگ جائے تو اس سے نماز جائز ہے۔ (ت)

وھذا ھو ملمح من قالوا انھا طاھرۃ فی حق الصلاۃ نجسۃ فی حق التیمم وجعلہ فی البحر ظاھر کلامھم۔

اور یہی ان حضرات کا مطمح نظر ہے جنھوں نے فرمایا کہ وہ زمین نماز کے حق میں پاک ہے، تیمم کے حق میں ناپاک ہے۔ مگر بحرالرائق میں اسے ان کا ظاہر کلام قرار دیا۔

اقول لیست الطھارۃ ولا النجاسۃ امرا اضافیا بل وصف یثبت للشیئ نفسہ اما لاصلہ اولعارض وانما[1] معنی الطھارۃ فی حق شیئ سوغ الاستعمال فیہ والنجاسۃ فیہ عدمہ ولا یکون الا ببقاء نجس عفی عنہ فی حق شیئ دون اٰخر کما اشار الیہ ملک العلماء۔

میں کہتا ہوں طہارت اور نجاست کوئی اضافی چیز نہیں (کہ کسی کی بہ نسبت طہارت ہو اور کسی کی بہ نسبت نجاست) بلکہ یہ ایسا وصف ہے جو خود شیئ کے لیے براہ راست یا کسی عارض کی وجہ سے ثابت ہوتا ہے۔ کسی شیئ کے حق میں پاک ہونے کا معنی یہ ہے کہ اس میں اس کا استعمال جائز ہے اور ناپاک ہونے کا معنی یہ ہے کہ اس میں اس کا استعمال جائز نہیں۔ اور یہ اسی وقت ہوگا جب کچھ نجس جز باقی رہ گیا ہو جو کسی چیز کے حق میں معاف ہے اور دوسری چیز کے حق میں معاف نہیں۔ جیسا کہ ملک العلماء نے اس کی طرف اشارہ فرمایا۔ (ت)

ومنہ[2] مایؤمر فیہ بالعصر البالغ فعصر زید جھدہ ولو عصرہ عمرو لقطر طھر فی حق زید لاعمرو[2] کما فی الدر وغیرہ وبہ[3] ظھر ما فی قول البحر اذ قال

اور اسی سے وہ بھی ہے جس میں خوب نچوڑنے کا حکم ہے۔ اب زید نے اپنی طاقت بھر نچوڑا مگر عمرو اسے نچوڑتا تو ابھی کچھ اور ٹپکتا۔ یہ زید کے حق میں پاک ہے مگر عمرو کے حق میں نہیں۔ جیسا کہ

---

[1] بدائع الصنائع شرائط تیمم سعید کمپنی کراچی ۱/۵۳
[2] الدر المختار باب الانجاس مجتبائی دہلی ۱/۵۶

بعد نقله الحق انها طاهرة فی حق الکل قال وانما منع التیمم منها لفقد الطهوریة کالماء المستعمل وللحدیث[علہ] الوارد من قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جعلت لی الارض مسجدا وطھورا بناء علی ان الطھور بمعنی المطھر وقد[علہ۲] تقدم الکلام فیہ[۱] اھ

دُرمختار وغیرہ میں ہے۔ اس تفصیل سے بحرالرائق کی عبارت میں جو خامی ہے ظاہر ہوگئی انھوں نے اسے نقل کرنے کے بعد یہ فرمایا ہے کہ حق یہ ہے کہ وہ زمین (نماز وتیمم) ہر ایک کے حق میں پاک ہے اور اس سے تیمم اس لیے ممنوع ہے کہ اس میں مطہر ہونے کی صفت مفقود ہے۔ جیسے ماءِ مستعمل میں یہ صفت مفقود ہے۔ دُوسری وجہ یہ ہے کہ حدیث میں نبی پاک صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا قول وارد ہے "میرے لیے زمین کو مسجد اور طہور بنایا گیا" یہ استدلال اس بنیاد پر ہے کہ طہور بمعنی مطہر ہے۔ اور اس پر کلام گزرچکا ہے۔ (ت)

اقول مطمح[ف۱] نظرھم فی ھذا التعلیل ان الکتاب الکریم انما شرط صعیدا طیبا

میں کہتا ہوں اس تعلیل میں ان علماء کا مطمحِ نظر یہ ہے کہ قرآن کریم نے "صعید طیب" کی شرط

[علہ] **اقول** فی[ف۲] جعلہ دلیلا براسہ نظر لایخفی ۱۲ منہ غفرلہ (م)

اقول اسے مستقل دلیل بنانا نمایاں طور پر محل نظر ہے ۱۲ منہ غفرلہ (کیونکہ حدیث سے صرف یہ ثبوت فراہم ہوتا ہے کہ زمین مطہر ہے اس کو ماسبق سے ملائیں تو ایک دلیل مکمل ہوگی اور ماسبق سے الگ کردیں تو مدعا ثابت نہ ہوگا ۱۲ محمد احمد مصباحی)

[علہ۲] **اقول** الذی[ف۳] قدمہ صدر بحث المیاہ انکار ان یکون الطھور بمعنی المطھر لغۃ ولاشک[ف۴] ان المحاورات الشرعیۃ تظافرت علی ذلک منہا ھذا الحدیث فان کون الارض طاھرۃ لیس من خصائص ھذہ الامۃ بل کونہا طھورا وقد سلم المحقق علی الاطلاق الاجماع علی ان الطھور فی لسان الشرع ما یطھر غیرہ ۱۲ منہ غفرلہ (م)

اقول اس سے پہلے بحث میاہ کے شروع میں انھوں نے لغت میں طہور بمعنی مطہر ہونے کا انکار کیا ہے لیکن اس میں شک نہیں کہ طہور بمعنی مطہر ہونے پر شرعی محاورات کثرت سے موجود ہیں انہی میں سے یہ حدیث بھی ہے کیونکہ زمین کا طاہر ہونا اس امت کی خصوصیات میں نہیں بلکہ زمین کا مطہر ہونا اس امت کے خصائص سے ہے، اور محقق علی الاطلاق نے تو اس بات پر اجماع تسلیم کیا ہے کہ زبانِ شرع میں طہور وہ ہے جو دوسرے کو پاک کرے۔ (ت)

---

[۱] بحرالرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴۷

2/2 والطیب ھو الطاھر فاشتراط وصف اٰخر فوق الطھارۃ زیادۃ علی الکتاب فیجب ان تخرج ارض تنجست وجفت من الطھارۃ[1] کیلا یشملھا المأموربہ۔

لگائی۔ اور طیب وہی ہے جو پاک ہو۔ اور پاکی سے اوپر ایک وصف کا اور اضافہ کرنا کتاب اللہ پر زیادتی ہے۔ اس لیے یہ (کہنا) ضروری ہے کہ جو زمین نجس ہو کر خشک ہو گئی وہ (تیمم کے حق میں) طاہر ہی نہیں تاکہ مامور بہ اس زمین کو شامل ہی نہ ہو۔(ت)

اما الحدیث **فاقول** یفید کالاٰیۃ وصف الارض بانھا طھور فیثبت لکل ارض طاھرۃ لاتقیید التطھیر بما ھو منھا طھور فوق الطھارۃ اما قررہ المحقق حیث اطلق ان الصعید علم قبل التنجس طاھر اوطھورا وبالتنجس علم زوال الوصفین ثم ثبت بالجفاف شرعا احدھما اعنی الطھارۃ فیبقی الاٰخر علی ماعلم من زوالہ واذا لم یکن طھورا لایتیمم بہ اھ۔

رہی وہ حدیث جو آپ نے پیش کی **فاقول** یہ بھی آیت کی طرح زمین کے لیے طہور ہونے کی صفت کا افادہ کر رہی ہے۔ تو یہ صفت ہر طاہر زمین کے لیے ثابت ہوگی۔ حدیث یہ افادہ نہیں کرتی کہ تطہیر کا عمل اسی زمین سے مقید و مخصوص ہے جو طاہر ہونے سے بڑھ کر مطہر ہو۔ لیکن محقق علی الاطلاق کی یہ تقریر کہ "نجس ہونے سے قبل سطح زمین کا طاہر اور مطہر دونوں کا ہونا معلوم تھا۔ اور نجس ہونے سے دونوں صفتوں کا زوال اور ختم ہونا معلوم ہوا۔ پھر خشک ہونے سے دونوں میں سے ایک وصف یعنی طاہر ہونا شرعاً ثابت ہوا تو دوسرا وصف اسی حال معلوم زوال پر باقی رہے گا (مطہر ہونے کا وصف ثابت نہ ہو سکے گا) اور جب مطہر نہ ہوگی تو اس سے تیمم جائز نہ ہوگا" اھ (ت)

فاقول لم یعلم کونھا طھورا الا بالکریمۃ والکریمۃ لم تشرط لطھوریتھا الا طیبھا وطھارتھا وما زالت الطھوریۃ الا لزوال الطھارۃ فان عادت عادت فلابد من القول بما قالوا والمیل الی ما مالوا۔

فاقول زمین کا مطہر ہونا آیت ہی سے معلوم ہوا اور آیت نے مطہر ہونے کے لیے صرف پاکیزگی و پاکی کی شرط لگائی اور وصف طہارت ختم ہونے ہی کی وجہ سے مطہر ہونے کی صفت ختم ہوئی تو اگر طہارت کی صفت (خشک ہو جانے سے) لوٹ آئے تو مطہر ہونے کی صفت بھی لوٹ آئیگی،

---

[1] بحرالرائق باب الانجاس ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۲۵

اس لیے اسی کا قائل ہونا پڑے گا جس کے قائل وہ حضرات ہیں اور اسی کی طرف مائل ہونا ہوگا جس کی طرف وہ مائل ہیں ۔ (ت)

اقول لکن قد یلزم علیہ انہا اذا اصابہا الماء تنجس وعادت نجسۃ لان القلیل والکثیر من النجاسۃ سواء فی الماء القلیل فیتنجس ثم ینجس الارض وھو احد تصحیحین فی کل ما حکم بطہارتہ بغیر مائع کما فصلہ البحر قبیل قولہ وعفی قدر الدرہم ونقل عن المحیط فی خصوص مسألۃ الارض ایضا ان الاصح عود النجاسۃ لکن الروایۃ المشہورۃ انہا لاتعود نجسۃ وھو المختار خلاصۃ وھو الصحیح خانیہ ومجتبی وھو الاولی لتصریح المتون بالطہارۃ وملاقاۃ الماء الطاھر للطاھر لاتوجب التنجس وقد اختارہ فی فتح القدیر فان من قال بالعود بناہ علی ان النجاسۃ لم تزل وانما قلت[1] اھ بحر۔

اقول، لیکن اس پر یہ اعتراض لازم آتا ہے کہ خشک ہونے سے پاک ہوجانے والی زمین پر اگر پانی پہنچ جائے تو نجس ہوجائے گا اور زمین بھی پھر نجس ہوجائے گی۔ اس لیے کہ آبِ قلیل کے لیے قلیل وکثیر دونوں ہی نجاستیں برابر ہیں تو پانی نجس ہوجائے گا پھر زمین کو بھی نجس کردے گا۔ اور ہر وہ چیز جس کے متعلق کسی بہنے والی چیز کے بغیر پاک ہوجانے کا حکم کیا گیا ہے اس کے بارے میں دو تصحیحوں میں سے ایک یہی ہے کہ پانی پڑنے سے وہ پھر ناپاک ہوجائیگی جیسا کہ البحر الرائق میں "وعفی قدر الدرھم" سے قبل اس کی تفصیل موجود ہے اور محیط سے خاص مسئلہ زمین میں یہ نقل کیا ہے کہ اصح یہی ہے کہ نجاست لوٹ آئیگی ۔ لیکن روایت مشہورہ یہ ہے کہ نجس نہ ہوگی اور یہی مختار ہے ۔ خلاصہ اور یہی صحیح ہے خانیہ ومجتبٰی اور یہی اولٰی ہے کیونکہ متون میں طہارت کی صراحت موجود ہے اور پاک شئ سے پاک پانی کا اتصال باعثِ نجاست نہیں ۔ اور اسی کو فتح القدیر میں اختیار کیا اس لیے کہ جو دوبارہ نجس ہوجانے کے قائل ہیں ان کی بنیاد اس پر ہے کہ نجاست زائل نہیں ہوتی صرف کم ہوئی اھ البحر الرائق ۔ (ت)

اقول والتحقیق والنظر الدقیق

اقول تحقیق اور نظر دقیق یہ ہے کہ یہ بھی

---

[1] البحر الرائق باب الانجاس سعید کمپنی کراچی ۱/۲۲۷

[2] ملک العلماء کی عبارتِ بدائع سے یہ معلوم ہوا کہ زمین خشک ہوجانے سے نجاست بالکل زائل نہیں ہوتی کچھ (باقی برصفحہ آئندہ)

2 ان ھذا ایضا لایلزمھم ولا بعدم لزومہ یستضر مقصودھم اعنی الامام ملک العلماء والشارحین فلربما یعفی مثل القلیل فی الماء ایضا کما نصوا فی رشاش البول کرؤس الابر ووقوع بعرۃ او بعرتین الی ما یستقلہ الناظر فی البئر وکذا الخثی والروث القلیلان فلیکن ھذا ایضا من ذلک کیف وما بقی بعد الجفاف وذھاب الاثر حتی لم یبق ریح ولا لون لایکون الا کرؤس الابر او اقل ومعنی الطاھر ھنا فی المتون وغیرھا سائغ الاستعمال والا فقد صرحوا بطھارۃ المنی بالفرک ومعلوم قطعا انہ لایزول بالکلیۃ بل تبقی لہ اجزاء ولا امکان للحکم بطھارۃ اجزاء المنجس مادامت العین باقیۃ فلا معنی الا المعفو عنہ السائغ الاستعمال وقد عفی ایضا فی الماء فان المختار کما فی الخلاصۃ عدم عودہ نجسا باصابۃ الماء[1]

ان پر یعنی ملک العلماء اور شارحین پر لازم نہ آئیگا اور لازم نہ آنے کے ساتھ ان کے مقصود کے لیے مضر بھی نہیں۔ کپڑے وغیرہ میں جیسے ایک حد تک قلیل نجاست معاف ہوتی ہے کچھ خفیف وقلیل سی نجاست پانی میں بھی تو عفو ہوتی ہے سُوئی کے ناکوں کی طرح پیشاب کے چھینٹے پڑجائیں، کنویں میں مینگنی پڑجائے ایک دو یا کچھ اور، جہاں تک کہ دیکھنے والا اسے قلیل ہی سمجھے تو ان سب کے معاف ہونے سے متعلق علماء کی صراحت موجود ہے۔ قلیل گوبر اور لید کا بھی یہی حکم ہے۔ تو خشک زمین پر جو خفیف سی نجاست رہ گئی ہے اس کا بھی یہی حکم ہونا چاہئے کیونکہ جب زمین خشک ہوگئی اور نجاست کا اثر جاتا رہا یہاں تک کہ نہ رنگ باقی رہا نہ بو، تو اس کے بعد جو کچھ رہ جاتا ہے وہ بس سُوئی کے ناکوں کی طرح یا اس سے بھی کمتر ہوتا ہے (تو یہ کوئی عجیب بات نہیں کہ ایسی خشک زمین پانی پڑنے کے بعد بھی پاک ہی رہے) یہاں پر متون وغیرہا میں جو طاہر کا لفظ آیا ہے اس کا معنی یہ ہے کہ استعمال جائز ہے (یہ معنی نہیں کہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) باقی رہتی ہے اسی لیے اس سے تیمم جائز نہیں کیونکہ کتاب اللہ میں اس کے لیے صعید پاک کی شرط آئی ہے اور نجاست اگرچہ خفیف ہو طہارت کے منافی ہے لیکن قلیل نجاست جواز نماز کے منافی نہیں اس لیے اس زمین پر نماز کا جواز ہے۔ اب بحرالرائق کی منقولہ عبارت کی آخری سطر کی روشنی میں ملک العلماء کے نزدیک ایسی خشک زمین پانی لگنے سے پھر نجس ہوجانی چاہیے کیونکہ ان کی صراحت موجود ہے کہ زمین خشک ہوجانے سے نجاست کم ہوتی ہے، ختم نہیں ہوتی۔ اقول کے بعد مصنف نے اس شُبہ کا ازالہ فرمایا ہے ۱۲ محمد احمد اصلاحی

[1] فتاوٰی خلاصہ جنس آخر من فصل السادس فی غسل الثوب نولکشور لکھنؤ ۱/۴۲

1/1

کروہ کامل طور پر ایسا پاک وطاہر ہے کہ ذرا بھی نجاست کا وجود نہیں) علماء نے صراحت فرمائی ہے کہ کپڑے پر خشک منی ہو تو رگڑ دینے سے پاک ہوجائیگی۔ اور یہ قطعی طور پر معلوم ہے کہ رگڑنے سے منی بالکل ختم نہیں ہوجاتی بلکہ اس کے کچھ اجزاء باقی رہ جاتے ہیں۔ عین کے باقی رہتے ہوئے اجزائے نجس کی طہارت کا حکم دینا ممکن ہی نہیں پھر پاک ہونے کا کیا مطلب ہوا ؛ یہی کہ اب استعمال جائز ہے اور جو کچھ رہ گیا ہے وہ معاف ہے۔ اور یہ پانی کے حق میں بھی معاف ہی ہے۔ اس لیے کہ مختار یہی ہے۔ جیسا کہ خلاصہ میں ہے کہ پانی لگنے سے وہ پھر نجس نہ ہوگا۔ (ت)

فظهر ولله الحمد صحة ما قالوه من انها طاهرة فى حق الصلاة نجسة فى حق التيمم وان لاخلاف بينه وبين ما فى المتون من حكم الطهارة وان ما فعل الجم الغفير من الاقتصار على تقييد الصعيد بالطاهر صاف طاهر لاغبار عليه والله تعالى الموفق۔

اس تفصیل سے ، بحمداللہ ، علما کے اس ارشاد کی صحت روشن ہوگئی کہ وہ خشک زمین نماز کے حق میں پاک ہے ، تیمم کے حق میں ناپاک ہے اور نجاست پڑنے کے بعد خشک ہوجانے والی زمین سے متعلق متون میں پاک ہونے کا جو حکم ہے اور ان علماء کے قول میں تیمم کے حق میں اس کے ناپاک ہونے کا جو حکم ہے دونوں میں کوئی مخالفت اور منافات نہیں۔

اور علماء کے جم غفیر نے تیمم سے متعلق صعید کو صرف طاہر و پاک سے مقید کرنے پر جو اکتفا کیا ہے یہ بالکل پاک و صاف ہے جس پر کوئی غبار نہیں، اور اللہ تعالٰی ہی توفیق دینے والا ہے۔ (ت)

ثم قد يسبق الى بعض الاذهان انهم جعلوا حقيقة التيمم مجرد القصد وهو ظاهر الفساد ولذا اعترضه عبدالحليم فى حاشية الدرر بانه لايفهم منه الاستعمال وهو ركن كما لايخفى[1] اھ۔

تعریف مذکور " القصد الى الصعيد الطاهر للتطهير " (پاک سطح زمین کا قصد کرنا تطہیر کے لیے) سے کچھ لوگوں کو یہ خیال ہوتا ہے کہ اس تعریف میں محض قصد کو تیمم کی حقیقت قرار دے دیا گیا ہے جس کا فاسد ہونا ظاہر ہے۔ اسی لیے درر کے حاشیہ میں فاضل رومی عبدالحلیم نے اس پر اعتراض کیا کہ اس تعریف سے " استعمال " سمجھ میں نہیں آتا حالانکہ استعمال کا رکن تیمم ہونا کوئی پوشیدہ امر نہیں اھ (ت)

واقول ليس كذلك بل قالوا للتطهير يعنى المعروف المعهود من مسح

میں کہتا ہوں اس تعریف میں استعمال کو نظر انداز نہیں کیا گیا ہے اس میں للتطہیر موجود ہے

---

[1] حاشیۃ الدرر لمولٰی عبدالحلیم باب التیمم مطبع عثمانیہ بیروت ۱/۲۴

الوجه والیدین فکان المعنی التیمم ھو ان یقصد صعیدا طاھرا فیمسح وجھه ویدیه منه وھذا المجموع عین ما افادہ النظم الکریم غیرانه لیس فیه ما فی کلام ھؤلاء ان المجموع رکن واللّٰه تعالٰی اعلم۔

("پاک کرنے کے لیے" صعید طاہر کا قصد کرنا) تطہیر سے مراد وہی ہے جو معروف ومعلوم ہے یعنی چہرے اور ہاتھوں کا مسح کرنا۔ اب معنی یہ ہُوا کہ تیمم یہ ہے کہ "پاک سطحِ زمین کا قصد کرکے اپنے چہرے اور ہاتھوں کا اس سے مسح کرے۔" یہی پُوری بات قرآن کریم نے بھی افادہ فرمائی ہے "پاک سطح زمین کا قصد کرو تو اپنے چہروں اور ہاتھوں کا مسح کرو۔" ہاں قرآن کریم کے بیان میں وُہ خامی نہیں جو اس تعریف میں ہے وہ یہ کہ اس تعریف سے معلوم ہوتا ہے کہ قصد اور تطہیر و مسح سبھی تیمم کا رکن ہیں (جبکہ حقیقت یہ ہے کہ قصد رکن نہیں شرط ہے) واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

الوجه الثانی ما افادہ ملک العلماء فی البدائع وتبعه کثیرون من اٰخرھم الدرر انه استعمال الصعید فی عضوین مخصوصین علی قصد التطھیر بشرائط مخصوصة[1] اھ ولفظ الامام الزیلعی فیما حکی عنھم استعمال جزء من الارض علی اعضاء مخصوصة علی قصد التطھیر[2] اھ

تعریف دوم: جس کا ملک العلماء نے بدائع میں افادہ فرمایا اور بہت سے حضرات نے ان کا اتباع کیا جس کے آخری لوگوں میں سے صاحب درر ہیں وہ یہ ہے: "جنس زمین کا، دو خاص عضووں میں، تطہیر کے ارادہ سے، مخصوص شرائط کے ساتھ استعمال کرنا۔" امام زیلعی نے حضرات علماء سے حکایت کرتے ہوئے جو الفاظ ذکر کیے وُہ یہ ہیں "زمین کے کسی جز کا، خاص اعضاء پر تطہیر کے ارادے سے استعمال کرنا" اھ (ت)

اقول وقید الطاھر یستفاد من قصد التطھیر قال وفیه نظر لانه لایشترط ان یستعمل الجزء علی الاعضاء حتی یجوز بالحجر الاملس[3] اھ وتبعه علی ھذا الایراد غیر واحد ولاجل ھذا اجعل فی

میں کہتا ہُوں (اس تعریف میں صراحۃً صعید طاہر یا جزء طاہر کا ذکر نہیں مگر) طاہر کی قید "قصد تطہیر" کے لفظ سے مستفاد ہوجاتی ہے (کیونکہ غیر طاہر سے تطہیر ممکن نہیں) امام زیلعی نے فرمایا: "اس تعریف میں نظر ہے اس لیے کہ تیمم کے اندر اعضاء پر

---

[1] حاشیۃ الدرر لمولٰی عبدالحلیم باب التیمم مطبع عثمانیہ بیروت ۱/۲۴
[2] تبیین الحقائق باب التیمم بولاق مصر ۱/۳۶
[3] ایضاً

الجوھرة التعریف الاول اصح حیث قال التیمم استعمال جزء من الارض طاھر فی محل التیمم وقیل القصد الی الصعید للتطھیر وھذا اصح لان التیمم بالحجر یجوز اھ[1]

جزو زمین کا استعمال شرط نہیں، چکنے پتھر سے بھی تیمم جائز ہے۔" اس اعتراض پر متعدد حضرات نے ان کا اتباع کیا، اور اسی لیے جوہرہ نیرہ میں تعریف اول کو "اصح" قرار دیا۔ جوہرہ میں یہ ہے: تیمم، زمین کے کسی پاک جُز کو محلِ تیمم میں استعمال کرنا ــــ اور کہا گیا کہ: تطہیر کے لیے صعید (سطحِ زمین) کا قصد کرنا۔ اور یہ تعریف زیادہ صحیح ہے اس لیے کہ پتھر سے بھی تیمم جائز ہے اھ (ت)

اقول ولادور فی لفظ الجوھرة فان محل التیمم معروف عند الناس و المقصود بیان حقیقتہ الشرعیة وردہ الشرنبلالی فی غنیتہ بانہ وان کان اصح من الوجہ الذی ذکرہ لایخفی مافیہ من وجہ اٰخر وھو انہ جعل مدلولہ القصد المخصوص وقد علمت ماذکرہ الکمال[2] اھ فقد سلم تزییف الثانی وان نازع فی تصحیح الاول واجاب العلامة ابن کمال باشا فی الایضاح وتبعہ فی الدر وغیرہ۔

میں کہتا ہوں جوہرہ کی عبارت میں دور نہیں اس لئے کہ محلِ تیمم لوگوں کے نزدیک معروف ہے، اور تعریف سے اس کی شرعی حقیقت بیان کرنا مقصود ہے۔ جوہرہ میں مذکور دوسری تعریف پر شرنبلالی نے اپنی غنیہ میں یُوں رَد کیا ہے کہ: یہ اگرچہ اس لحاظ سے اصح ہے جسے جوہرہ نے ذکر کیا لیکن ایک دوسری جہت سے اس میں جو خامی ہے وہ پوشیدہ نہیں۔ وہ یہ ہے کہ اس تعریف میں تیمم کا مدلول قصد مخصوص کو قرار دیا ہے، اور اس پر کمال ابن ہمام نے جو اعتراض ذکر کیا ہے وہ معلوم ہے اھ (وہ یہ کہ قصد شرط ہے رُکن نہیں) تو جوہرہ کی تعریف ثانی پر جو تردید ہے شرنبلالی نے اسے تسلیم کیا ہے اگرچہ انہوں نے اس کی تعریف اول کی تصحیح سے بھی اختلاف کیا ہے۔ ہماری نقل کردہ تعریفِ دوم پر جو اعتراض ہے علامہ ابن کمال پاشا نے ایضاح میں اس کا جواب دیا ہے جو درمختار وغیرہ میں بھی ان کے اتباع میں مذکور ہے۔ (ت)

بان المراد من الاستعمال مایعم

وہ یہ کہ "استعمال سے مراد وہ ہے جو

---

[1] جوہرہ نیرہ باب التیمم مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۲۳
[2] غنیۃ ذوالاحکام حاشیہ درر لملا خسرو باب التیمم مکتبہ کاملیہ بیروت ۱/۲۹

الحکمی فیوجد فی التیمم بالحجر الاملس[1] اھ۔

اقول واغرب الرومی فی حواشی الدرر فقال بعد ذکرہ ھذا اذا کان المراد بالصعید التراب اما اذا کان بمعنی وجہ الارض فیشمل الحجر الاملس کما لایخفی[2] اھ فکانہ فھم ان الاخذ علی لفظ الصعید انہ التراب ولا یشترط بل یجوز بالحجر فاجیب بانہ تراب حکما ولا یخفی علیك ما فیہ من البعد البعید عن فھم المرام واجاب النھر بوجہ اخر فقال یمکن ان یقال ان التیمم بالاملس فیہ استعمال جزء من الارض[3] اھ نقلہ السید ابو السعود الازھری وھو مآل ما فی مجمع الانھر اذ قال یمکن ان یجاب بان یراد من الجزء الجزء الحاصل من الارض والحجر ایضا من الارض والمراد باستعمالہ استعمالہ المعتبر شرعا تدبر[4] اھ وتبعہ اعنی النھر ط فقال علی قول الدر استعمالہ حقیقۃ او حکما لیعم التیمم بالحجر الاملس ما نصہ۔

استعمالِ حکمی کو بھی شامل ہو اور یہ چکنے پتھر سے تیمم میں بھی موجود ہے اھ (ت)

میں کہتا ہوں فاضل رومی نے حاشیۂ درر میں عجیب بات کی، اعتراض مذکور لکھنے کے بعد یہ کہا کہ "یہ اعتراض اس وقت ہوگا جب صعید سے مراد مٹی ہو، لیکن جب صعید بمعنٰی رُوئے زمین ہو تو یہ چکنے پتھر کو بھی شامل ہے جیسا کہ ظاہر ہے اھ گویا انہوں نے یہ سمجھا کہ لفظِ "صعید" پر گرفت کی گئی ہے کہ صعید تو مٹی کو کہتے ہیں، اور تیمم کے لیے مٹی کا ہونا شرط نہیں بلکہ پتھر سے بھی جائز ہے پھر اس کے جواب میں کہا گیا کہ پتھر بھی مٹی کے حکم میں ہے"۔ یہ سب باتیں فہمِ مقصد سے جس قدر بعید تر ہیں مخفی نہیں۔ اعتراض بالا کا النہر الفائق میں دوسری طرح جواب دیا ہے، فرمایا ہے "کہا جاسکتا ہے کہ چکنے پتھر سے تیمم کرنے میں بھی زمین کے ایک جُز کا استعمال ہوتا ہے اھ"۔ اسے سید ابو السعود ازہری نے نقل کیا۔ یہی اس جواب کا بھی مآل ہے جو مجمع الانہر میں ہے۔ اس میں یوں فرمایا ہے: "جواب دیا جاسکتا ہے کہ جُز سے مراد زمین سے حاصل ہونے والا جز ہے اور پتھر بھی زمین ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ اور استعمال سے

---

[1] حاشیہ درر لمولٰنا عبدالحلیم باب التیمم مطبعہ عثمانیہ بیروت ۱/۲۵
[2] " " " " "
[3] فتح المعین باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۸۶
[4] مجمع الانہر باب التیمم داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۷

جواب عن سؤال حاصلہ انہ یجوز التیمم علی الحجر الاملس ولا استعمال فیہ وحاصل الجواب انہ وجد الاستعمال الحکمی بوضع الیدین علیہ وظاھر ما فی النھر ان الاستعمال فیہ حقیقی بذلك الوضع لاحکمی وعلیہ فلاحاجۃ الی زیادۃ اوحکما[1] اھ

وہ استعمال مراد ہے جس کا شریعت میں اعتبار ہے غور کرو اھ اور طحطاوی نے نہر کی پیروی کی ہے۔ انہوں نے دُرمختار کی عبارت "استعمالہ حقیقۃ اوحکما" لیعم التیمم بالحجر الاملس" (اس کا حقیقۃً استعمال ہو یا حکماً تاکہ چکنے پتھر سے تیمم کو بھی شامل رہے) کے تحت یہ لکھا ہے: "یہ ایک سوال کا جواب ہے۔ حاصل سوال یہ ہے کہ تیمم تو چکنے پتھر پر بھی جائز ہے اور اس میں اس کا استعمال نہیں پایا جاتا۔ حاصل جواب یہ ہے کہ اس پر ہاتھوں کے رکھنے سے حکمی استعمال پایا گیا۔ اور نہر فائق کی ظاہر عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہاتھوں کے رکھنے کی وجہ سے حکمی نہیں حقیقی استعمال موجود ہے اور جب یہ بات ہے تو "اوحکما" بڑھانے کی کوئی ضرورت نہیں اھ۔ (ت)

واوضحہ ش فقال لایخفی ان الحجر الاملس جزء من الارض استعمل فی العضوین للتطھیر اذ لیس المراد بالاستعمال اخذ جزء منھا بل جعلہ اٰلۃ للتطھیر وعلیہ فھو استعمال حقیقۃ وھو ظاھر کلام النھر فلاحاجۃ الی قولہ اوحکما کما افادہ ط[2] اھ۔

شامی نے اسے واضح کرکے یوں فرمایا: "ظاہر ہے کہ چکنا پتھر زمین کا ایک جُز ہے جو تطہیر کے لیے دونوں اعضاء میں استعمال ہوا، کیونکہ استعمال سے یہ مراد نہیں کہ اس کے کسی جُز کو لے لیا جائے بلکہ یہ مراد ہے کہ اس کو آلۂ تطہیر بنایا جائے۔ اور جب یہ بات ہے تو مذکورہ استعمال، حقیقۃً استعمال ہے اور یہی عبارتِ نہر کا ظاہر ہے تو لفظ "اوحکما" کی کوئی ضرورت نہیں جیسا کہ طحطاوی نے افادہ فرمایا اھ (ت)

اقول لایرتاب احد انك اذا عمدت الی حجر املس فوضعت کفیك علیہ ثم مسحت بھما وجھك وذراعیك فقد استعملت الحجر فی التطھیر لکن اذا قیل

میں کہتا ہوں اس میں کسی کو شک نہ ہوگا کہ جب کسی نے چکنے پتھر کا قصد کرکے اس پر اپنی دونوں ہتھیلیوں کو رکھا پھر ان سے اپنے چہرے اور دونوں کلائیوں کا مسح کیا تو تطہیر کے کام میں پتھر کو

---

[1] طحطاوی علی الدرالمختار باب التیمم بیروت ۱/۱۲۲
[2] ردالمحتار " مصطفی البابی مصر ۱/۱۶۷

استعمال جزء من الارض فی العضوین او علی العضوین کما ھو الفاظھم لم یتبادر منہ الامساس العضوین بجزء من الارض الا تری ان[ف۱] السید ط فسر استعمالہ بقولہ ھو المسح علی الوجہ والیدین[۱] اھ وذکر مثلہ غیرہ بل[ف۲] قال العلامۃ ش نفسہ بعید ھذا الاستعمال ھو المسح المخصوص للوجہ والیدین[۲] اھ ولا شک ان مسح العضوین بجزء من الارض لا یقع فی نحو الحجر الاملس وکل مالا یلتزق شیئ منہ بالکفین انما الواقع فیہ امساسھا بکفین امستا بالجزء فلم یستعمل الجزء فیھما وعلیھما الابالواسطۃ وھذا معنی استعمالہ الحکمی۔

امّا[ف۳] جعلہ اٰلۃ للتطھیر فکلام مجمل خفی لا یحصل بہ التعریف فانہ باطلاقہ یشمل ما اذا ذر التراب علی وجھہ و ذراعیہ بنیۃ التطھیر فقد جعلہ اٰلۃ لہ ولا یصیر متیمما مالم یمسح بیدیہ علی وجھہ و ذراعیہ بنیۃ التطھیر بعد وقوع التراب علیھا والمسألۃ

استعمال کیا۔ لیکن جب یہ کہا جائے کہ "زمین کے کسی جز کو "دونوں اعضاء میں" یا "دونوں عضووں پر" استعمال کرنا جیسا کہ ان حضرات کی عبارتوں میں ہے" تو اس سے ذہن اسی بات کی طرف جائے گا کہ دونوں عضووں کا زمین کے کسی جز کو مس کرنا۔ دیکھو سیّد طحطاوی نے استعمال کی تفسیر ان الفاظ میں کی ہے: "وہ چہرے اور ہاتھوں پر مسح کرنا ہے اھ" اسی کے مثل دوسرے حضرات نے بھی ذکر کیا ہے" بلکہ خود علامہ شامی نے اس استعمال کے کچھ بعد یہ کہا ہے: "وہ چہرے اور دونوں ہاتھوں کا مخصوص مسح ہے"۔ اھ اور اس میں شک نہیں کہ چکنے پتھر میں اور ہر ایسی چیز میں جس سے ہتھیلیوں میں کچھ بھی چپک نہ پائے دونوں عضووں کا جزو زمین سے مسح نہ پایا جائیگا اس میں بس دونوں اعضاء پر جزو زمین کا استعمال بالواسطہ ہی ہوا' اور یہی استعمال حکمی کا معنی ہے۔ (ت)

اور وہ معنی جو علامہ شامی نے بتایا کہ جزوِ زمین کو آلۂ تطہیر بنانا تو یہ مجمل وخفی کلام ہے جس سے تعریف حاصل نہیں ہوتی۔ اسے مطلق رکھا جائے تو یہ اس صورت کو بھی شامل ہے جب آدمی مٹی اپنے چہرے اور کلائیوں پر تطہیر کی نیت سے چھڑک لے اُس نے جزوِ زمین کو آلۂ تطہیر تو بنا لیا مگر تیمم کرنیوالا نہ ہوگا جب تک کہ چہرے اور کلائیوں پر مٹی پڑنے

---

[۱] طحطاوی علی الدر المختار باب التیمم بیروت ۱/ ۱۲۳

[۲] رد المحتار باب التیمم مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۶۷

منصوص عليها في المعتمدات كالخانية و الخلاصة وخزانة المفتين والايضاح و الجوهرة وغيرها ستأتي ان شاء الله تعالى۔

کے بعد ان پر بہ نیتِ تطہیر ہاتھوں سے مسح نہ کرے۔ اس مسئلہ پر کتبِ معتمدہ خانیہ، خلاصہ، خزانۃ المفتین، ایضاح، جوہرہ وغیرہا میں نص و تصریح موجود ہے ان شاء اللہ تعالٰی آگے اُس کا ذکر بھی آئیگا۔ (ت)

ثم اقول بل التحقيق عندي ان الاستعمال هو المسح كما فسره السيدان ط وش وهو حقيقة التيمم كما حققه المحقق حيث اطلق فلا بد من وجوده حقيقة بالمعنى الذي سنحققه ان شاء الله تعالى فلا يكفي الاستعمال الحكمي والا لم يكن تيمما حقيقة لان الحقيقة الركن حقيقة۔

ثم اقول، بلکہ میرے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ استعمال وہی مسح کرنا ہے جیسا کہ حضرات طحطاوی و شامی نے تفسیر کی۔ اور یہی تیمم کی حقیقت ہے جیسا کہ محقق علی الاطلاق نے اس کی تحقیق کی۔ تو اس کا وجود حقیقۃً۔ اس معنی میں جس کی ان شاء اللہ تعالٰی ہم عنقریب تحقیق کر رہے ہیں، ضروری ہے اور حکمی استعمال کافی نہ ہوگا، ورنہ حقیقۃً تیمم کرنے والا نہ ہوگا۔ اس لیے کہ حقیقت و ماہیت تو وہی ہے جو حقیقۃً رکن ہو۔ (ت)

بل[ف۱] الصعيد هو المنقسم الى الحقيقي وهو جزء من جنس الارض و[ف۲] الحكمي وهو الكف الذي امس به على نية التطهير فان الشرع المطهر امرنا ان نمسح وجوهنا وايدينا منه وارشدنا الى صفته بان نضع الاكف عليه فنمسح بها من[ف۳] دون حاجة الى ان يلتزق بها شيء منه بل سن لنا ان ننفضها ان لزق حتى يتناثر فعلم ان الجزء الملتزق ساقط الاعتبار بل مطلوب التجنب فما هو الا ان الكفين بوضعهما المنوي يورثهما الصعيد صفة التطهير فيقومان مقامه ويفيدان

بلکہ (تحقیق یہ ہے کہ) صعید ہی کی دو قسمیں ہیں، حقیقی اور حکمی۔ حقیقی، جنسِ زمین کا کوئی جزء ہے، اور حکمی، وہ ہتھیلی ہے جو جنسِ زمین سے بہ نیتِ تطہیر مس کی گئی۔ اس لیے کہ شرعِ مطہر نے ہمیں یہ حکم دیا کہ اس سے اپنے چہروں اور ہاتھوں کا مسح کریں۔ اور ہمیں اس کا طریقہ یہ بتایا کہ اس پر اپنی ہتھیلیوں کو رکھیں پھر ان سے مسح کرلیں، اس کی ضرورت نہیں کہ ان میں جنسِ زمین سے کچھ چپک جائے، بلکہ ہمارے لیے مسنون یہ ہے کہ اگر کچھ لگ جائے تو ہتھیلیوں کو جھاڑ دیں تاکہ گرد و غبار جھڑ جائے، اس سے معلوم ہوا کہ جنسِ زمین کا وہ جُز جو ہتھیلیوں سے چپک جاتا ہے ساقط الاعتبا

حکمه فهما الصعید الحکمی حکما من ربنا تبارك وتعالٰی غیر معقول المعنی ۔

ہے بلکہ اس سے بچنا مطلوب ہے۔ تو یہی ہوا کہ نیت کے ساتھ دونوں ہتھیلیاں جب جنس زمین پر رکھ دی جاتی ہیں تو ان دونوں کے اندر جنس زمین تطہیر کی صفت پیدا کر دیتی ہے جس کی وجہ سے یہ دونوں اس کے قائم مقام ہوجاتی ہیں اور اسی کے حکم کا افادہ کرتی ہیں۔ اس لیے یہی دونوں صعید حکمی ہیں۔ یہ ہمارے رب تبارک وتعالٰی کے حکم کی بنا پر ہے جس کا معنی عقل کی دسترس میں نہیں۔ (ت)

قال الامام ملك العلماء فی البدائع قال ابوحنیفة رضی الله تعالٰی عنه یجوز التیمم بکل ما هو من جنس الارض التزق بیده شیئ اولا وقال محمد رحمه الله تعالٰی لایجوز الا اذا التزق بیده شیئ من اجزائه فالاصل عنده انه لا بد من استعمال جزء من الصعید ولا یکون ذلك الا بان یلتزق بیده شیئ وعند ابی حنیفة هذا لیس بشرط وانما الشرط مس وجه الارض بالیدین وامرارهما علی العضوین وجه قول محمد ان المامور به استعمال الصعید وذلك بان یلتزق بیده شیئ منه ولابی حنیفة ان المامور به هو التیمم بالصعید مطلقا من غیر شرط الالتزاق ولا یجوز تقیید المطلق الا بدلیل وقوله الاستعمال شرط ممنوع لان ذلك یؤدی الی التغییر الذی هو شبیه المثلة وعلامة اهل النار ولهذا امر بنفض الیدین بل الشرط امساس الید المضروبة علی وجه الارض علی الوجه والیدین

امام ملک العلماء بدائع میں فرماتے ہیں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا تیمم ہر اس چیز سے جائز ہے جو جنس زمین سے ہو، ہاتھ اس سے کچھ لگے یا نہ لگے۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب تک ہاتھ میں جنسِ زمین کے اجزاء کچھ لگ نہ جائے تیمم جائز نہیں۔ تو ان کے نزدیک اصل یہ ہے کہ صعید کے کسی جز کا استعمال ضروری ہے اور یہ اسی وقت ہوگا جب ہاتھ میں کچھ لگ جائے۔ اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ شرط نہیں۔ شرط صرف یہ ہے کہ روئے زمین ہاتھوں سے مس ہو اور ان دونوں کو دونوں عضو پر پھیر لیا جائے۔ امام محمد کے قول کی دلیل یہ ہے کہ مامور بہ، جنس ارض کا استعمال ہے اور وہ اسی طرح ہوگا کہ اس میں سے ہاتھ میں کچھ لگ جائے۔ اور امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ مامور صرف اتنا ہے کہ صعید سے تیمم کرو، ہاتھ سے چپکنے کی شرط نہیں۔ مامور بہ جب مطلق ہے تو اسے بلا دلیل مقید کرنا، جائز نہیں۔ اور ان کا یہ قول کہ استعمال شرط ہے تسلیم نہیں اس لیے کہ یہ چہرہ کی تغییر و تبدیل کا باعث ہوگا جو مثلہ کے مشابہ اور اہلِ جہنم کی نشانی ہے اسی لیے ہاتھوں کو جھاڑ دینے

تعبدا غیر معقول المعنی لحکمۃ استأثر اللہ تعالٰی بعلمہ[1] اھ

کا حکم ہے بلکہ شرط یہ ہے کہ رُوئے زمین پر لگاتے ہُوئے ہاتھ کو چہرے اور ہاتھوں سے مس کر دیا جائے بطورِ عبادت اس کا مکلف بنایا ہے جس کا معنی عقل کی دریافت میں نہیں۔ یہ حکم کسی ایسی حکمت کی بنا پر ہے جس کا علم خدا تعالٰی کو ہے اھ (ت)

وفی کافی الامام النسفی الواجب المسح بکف موضوع علی الارض لا استعمال التراب لان استعمال التراب مثلۃ[2] اھ فانظر الی قول البدائع فی بیان قول محمد ان استعمال جزء من الصعید لایکون الا بان یلتزق بیدہ شیئ والی قولہ فی بیان قول الامام ان الاستعمال یؤدی الی شبیہ المثلۃ ومثلہ قول الکافی ان استعمال التراب مثلۃ کل ذلک یفیدک ماھو المراد من الاستعمال لا مجرد جعلہ اٰلۃ للتطہیر۔

اور کافی امام نسفی میں ہے: واجب یہی ہے کہ جو ہتھیلی زمین پر رکھی جا چکی ہے اس سے مسح کر لیا جائے، مٹی کا استعمال واجب نہیں، کیونکہ مٹی کا استعمال مُثلہ ہوگا اھ بدائع کے الفاظ پر غور کیا جائے، قول امام محمد کے بیان میں ہے: "صعید کے کسی جُز کا استعمال اسی طرح ہوگا کہ اس سے ہاتھ میں کچھ چپک جائے"۔ قول امام اعظم کے بیان میں ہے: "استعمال مشابہ مُثلہ ہونے کا باعث ہوگا"۔ اسی طرح کافی کے یہ الفاظ دیکھے جائیں: "مٹی کا استعمال مُثلہ ہے"۔ ان سب کو دیکھنے سے استعمال کی مراد معلوم ہوجائے گی اور ظاہر ہوجائے گا استعمال صرف آلۂ تطہیر بنانے کا نام نہیں۔ (ت)

واذا کان الاستعمال ھو المسح المأمور بہ والامر ورد بمسح العضوین من الصعید ولا یمسح بہ الا الکفان ثم بھما یمسح الوجہ والذراعان تبین لک انقسام الصعید الی الحقیقی والحکمی وقصر الاستعمال مطلقا علی الحکمی فھذا غایۃ التحقیق وباللہ التوفیق، ولہ الحمد کما

جب یہ ثابت ہوگیا کہ استعمال وہی مسح ہے جس کا حکم دیا گیا ہے۔ اور حکم یہ ہے کہ دونوں عضووں کا صعید سے مسح کیا جائے۔ اور صعید سے صرف دونوں ہتھیلیوں کا مسح ہوتا ہے پھر ان دونوں سے چہرے اور دونوں کلائیوں کا مسح ہوتا ہے اس سے یہ واضح ہوگیا کہ استعمال تو اپنے حکمی معنی پر ہی محدود ہے اور صعید حقیقی وحکمی دو قسموں کی طرف

---

[1] بدائع الصنائع باب ماتیمم بہ سعید کمپنی کراچی ۱/۵۳

[2] کافی شرح وافی

ینبغی لہ ویلیق بہ

ہے اور اسی کے لیے حمد ہے جیسا کہ اس کے لیے لائق و مناسب ہے۔ (ت)

منقسم ہے۔ یہ انتہائے تحقیق ہے اور خدا ہی کی توفیق

الوجہ الثالث قال شیخ الاسلام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الغزی التمرتاشی رحمہ اللہ تعالٰی فی التنویر ھو قصد صعید مطھر واستعمالہ بصفۃ مخصوصۃ لاقامۃ القربۃ[1] قال ش المصنف ذکر التعریفین المنقولین عن المشایخ و الظاھر انہ قصد جعلھما تعریفا واحدا ثم ذکر ما قد مناعنہ من اخذ المعنی اللغوی فی الشرعی وانہ لابد من ذکر الشروط حتی یتحقق المعنی الشرعی قال ولما کان الاستعمال وھو المسح المخصوص للوجہ والیدین من تمام الحقیقۃ الشرعیۃ ذکرہ مع القصد تتمیما للتعریف فاغتنم ھذا التحریر المنیف[2] اھ

تعریف سوم: شیخ الاسلام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ غزی تمرتاشی رحمۃ اللہ علیہ نے تنویر الابصار میں فرمایا: "تیمم پاک کرنے والی سطح زمین کا قصد کرنا اور اسے قربت کی ادائیگی کے لیے مخصوص طریقہ پر استعمال کرنا"۔ شامی فرماتے ہیں: "مصنف نے مشائخ سے منقول دونوں تعریفیں ذکر کر دیں۔ اور ظاہر یہ ہے کہ وُہ دونوں کو ایک تعریف بنانا چاہتے ہیں"۔ پھر علامہ شامی نے وُہ لکھا ہے جس کا ہم نے پہلے تذکرہ کیا یعنی شرعی تعریف میں لغوی معنی کا ماخوذ ہونا، اور یہ کہ شرعی معنی کے ثبوت و تحقق کے لیے شرطوں کا بھی ذکر ضروری ہے۔ فرمایا: "چونکہ استعمال ۔ یعنی چہرے اور ہاتھوں کا مخصوص مسح ۔ تمام حقیقت شرعیہ ہے اس لیے تکمیل تعریف کے لیے قصد کے ساتھ اسے بھی ذکر کیا۔ اس عمدہ تحریر توضیح کو غنیمت سمجھو"۔ (ت)

اقول لاشک[1] ان المصنف رحمہ اللہ تعالٰی یرید حدا واحدا للتیمم و لیس ھذا محل الاستظھار غیر[2] انک قد علمت ما فی جعل القصد من الحقیقۃ فلا یصح ان المسح من تمام الحقیقۃ وانہ ضمہ الی القصد تتمیما للتعریف و باللہ التوفیق

اقول: مصنف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ بلاشبہ تیمم کی ایک تعریف کرنا چاہتے ہیں تو اسے صرف "ظاہر" کہنے کا یہ موقع نہیں۔ بلکہ یہ یقینی بات ہے۔ ہاں "قصد" کو تیمم کی حقیقت سے قرار دینے میں جو خرابی ہے وہ معلوم ہو چکی تو یہ درست نہیں کہ مسح تمام حقیقت سے ہے اور اسے قصد کے ساتھ اس لئے

---

[1] الدر المختار باب التیمم مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۴۱

[2] رد المحتار " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۶۸

والتوقیف۔

ذکر کردیا کہ تعریف کی تکمیل ہوجائے (قصد رکنِ تیمم نہیں تو حقیقتِ تیمم کے بیان میں اسے شامل کرنا بھی درست نہیں)۔ اور توفیق و آگاہی خدا ہی کی جانب سے ہے۔ (ت)

ثم قد اعلمناك ان کلا التعریفین یشمل کلا الامرین وانما الفرق ان الاول یقول ھو قصد الصعید للاستعمال والثانی انه استعمال الصعید مع القصد والثالث انه القصد والاستعمال وخیر الامور اوساطھا۔

پھر ہم یہ بتا چکے کہ دونوں تعریفیں دونوں باتوں۔ قصد و استعمال۔ پر مشتمل ہیں۔ فرق یہ ہے کہ پہلی میں ہے، استعمال کے لیے صعید کا قصد کرنا۔ دوسری میں ہے، قصد کے ساتھ صعید کا استعمال کرنا۔ تیسری میں ہے کہ تیمم قصد اور استعمال ہے۔ اور بہترین امور درمیانی ہے (تینوں میں سے دوسری تعریف کی عمدگی کی طرف اشارہ ہے ۱۲)

الوجه الرابع قال المحقق وتبعه البحر والشرنبلالی وابن الشلبی وآخرون الحق انه اسم لمسح الوجه والیدین عن الصعید الطاھر والقصد شرط لانه النیة[1] اھ

تعریف چہارم: محقق علی الاطلاق نے اور ان کی تبعیت میں بحر، شرنبلالی، ابن شلبی اور دوسرے حضرات نے فرمایا: "حق یہ ہے کہ تیمم، پاک جنس سے چہرے اور ہاتھوں کے مسح کا نام ہے، اور قصد شرط ہے اس لیے کہ یہ تو نیت ہے"۔ اھ

اقول ھو علی ما حققنا من معنی الاستعمال عین الثانی وان فارقه علی ما زعم العلامة ش ان الاستعمال جعله آلة التطھیر والعجب من العلامة البحر تبع المحقق علی تصویب ھذا وفیه التعبیر بطاھر دون مطھر فاذا کان ھذا ھو الحق فلم الاخذ علی الکنز ولھذا

اقول ہم نے معنی استعمال کی جو تحقیق کی اس کی بنیاد پر یہ تعریف بعینہ تعریف دوم ہے۔ اگرچہ علامہ شامی نے جو گمان کیا کہ استعمال آلۂ تطہیر بنانے کا نام ہے اس کی بنیاد پر یہ تعریف دوم سے جداگانہ تعریف ہے۔ اس تعریف میں "طاہر" کا لفظ ہے "مطہر" سے تعبیر نہیں۔ اس کے باوجود تعجب ہے کہ صاحبِ بحر نے بھی اسے درست قرار دینے پر محقق علی الاطلاق کی پیروی کر لی۔ جب یہی حق ہے تو کنز الدقائق کے طاہر و پاک سے تعبیر کرنے پر

---

[1] فتح القدیر، باب التیمم مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۰۶

قال فی منحۃ الخالق کان علیہ ان یقول المطھر کما سینبہ علیہ نفسہ عند قول المصنف بطاھر من جنس الارض اھ[1]

اقول اخذ علی البحر لاتباعہ لہ فی الفرق بین الطاھر من الارض والمطھر والحق ان الصواب مع الکنز والمتون والمحقق والجم الغفیر فانما کان علیہ ان لایؤاخذ علی الکنز فی قولہ بطاھر وعلیکم ان تؤاخذوا علی قولہ ذلک لاھذا۔

الوجہ الخامس قال العلامۃ ابن کمال الوزیر فی ایضاح اصلاحہ ھو طھارۃ حاصلۃ باستعمال الصعید الطاھر فی عضوین مخصوصین علی قصد مخصوص اھ[2] وتبعہ فی مجمع الانھر والیہ یشیر قول البرجندی فی شرح النقایۃ التیمم فی اللغۃ القصد ثم نقل الی ھذہ الطھارۃ المخصوصۃ اھ[3]

اقول الطھارۃ حکم التیمم والاثر المترتب علیہ کما علی الوضوء ولیس الوضوء نفس الطھارۃ الا تری ان التیمم مامور بہ ولا یؤمر

انہوں نے مواخذہ کیوں فرمایا؟ اسی لیے علامہ شامی نے بحر الرائق کے حاشیہ منحۃ الخالق میں فرمایا: "انہیں "مطہر" کہنا چاہئے تھا جیسا کہ خود شارح، مصنف کی عبارت "بطاھر من جنس الارض" کے تحت اس پر تنبیہ کریں گے"۔

اقول: علامہ شامی نے یہاں بحر پر مواخذہ کیا اس لیے کہ زمین طاہر اور زمین مطہر کی تفریق کے معاملہ میں شامی بھی بحر کے متبع ہیں۔ اور حق یہ ہے کہ "طاہر" سے تعبیر میں کنز الدقائق، کتبِ متون، محقق علی الاطلاق اور علماء کی جماعت کثیرہ ہی صواب و درستی پر ہیں۔ تو بحر پر لازم تھا کہ کنز کی عبارت "بطاھر" پر مواخذہ نہ کریں۔ اور علامہ شامی پر لازم تھا کہ بحر نے وہاں جو مواخذہ کیا ہے اس پر گرفت کریں اور یہاں مواخذہ نہ کیا تو اس پر گرفت نہ کریں۔

تعریف تیمم: علامہ ابن کمال وزیر نے اپنی کتاب اصلاح کی شرح ایضاح میں فرمایا: "تیمم وہ طہارت ہے جو مخصوص ارادہ سے دو مخصوص عضووں پر پاک روئے زمین کے استعمال سے حاصل ہو" اھ۔ مجمع الانہر میں بھی اسی کا اتباع کیا ہے، اور نقایہ کی شرح میں برجندی کی یہ عبارت بھی اسی جانب اشارہ کر رہی ہے: "لغت میں تیمم کا معنی قصد ہے پھر شریعت میں یہ لفظ اس مخصوص طہارت کے لیے منقول ہوا" اھ

اقول: طہارت تو تیمم کا حکم اور وہ اثر ہے جو اس پر مرتب ہوتا ہے، جیسے یہی اثر وضو پر مرتب ہوتا ہے مگر وضو عین طہارت نہیں۔ دیکھیے کہ تیمم مامور بہ ہے اور مکلف کو اس کی بجا آوری اور اسے کرنے ہی کا تو حکم دیا جاتا ہے اور اسے کرنا ہی

---

[1] منحۃ الخالق علی البحر الرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۳۸
[2] ایضاح و اصلاح للعلامۃ وزیر ابن کمال
[3] شرح النقایۃ للبرجندی، فصل التیمم، مطبع نولکشور بالسرد ۱/۴۳

المکلف الا بفعله و فعله هو الاستعمال و لیست الطهارة الحاصلة به فی شیئ من افعاله و هذا ظاهر جدا و خفاؤه علی مثل العلامة بعید .

الوجه السادس هو ضربتان

ضربة للوجه وضربة للیدین الی المرفقین[1] هذا نص صاحب الشرع صلی الله تعالٰی علیه وسلم ثم صاحب المذهب رضی الله تعالٰی عنه فقد اخرج الدارقطنی وقال رجاله کلهم ثقات[2] والحاکم وقال صحیح الاسناد[3] عن جابر بن عبدالله رضی الله تعالٰی عنهما عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم قال التیمم ضربة للوجه وضربة للذراعین الی المرفقین[4] ورویاه هما والبیهقی فی الشعب من حدیث عبدالله بن عمر رضی الله تعالٰی عنهما عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم التیمم ضربتان ضربة للوجه وضربة للیدین الی المرفقین[5] وروی من قول ابن عمر وصوبه الدارقطنی .

وقال الامام ملک العلماء فی البدائع ذکر ابو یوسف فی الامالی

صعید کا استعمال ہے۔ اور اس استعمال سے حاصل ہونے والی طہارت مکلف کا کوئی عمل اور فعل نہیں۔ یہ تو بہت کھلی ہوئی بات ہے جس کا علامہ جیسی شخصیت پر مخفی رہ جانا بعید ہے۔

تعریف ششم: تیمم دو ضربیں ہیں، ایک ضرب چہرے کے لیے اور ایک ضرب کہنیوں سمیت ہاتھوں کے لیے۔

یہ صاحبِ شریعت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پھر صاحبِ مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہ کا نص ہے۔ دارقطنی نے روایت کی اور کہا کہ اس کے تمام رجال ثقہ سے ہیں۔ اور حاکم نے روایت کی اور اسے صحیح الاسناد کہا۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے وہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں سرکار نے فرمایا: "تیمم ایک ضرب چہرے کے لیے ہے اور ایک ضرب کہنیوں تک کلائیوں کے لیے ہے"۔ اسے دارقطنی وحاکم نے، اور شعب الایمان میں بیہقی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے ذریعہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی سے یوں روایت کیا: "تیمم دو ضربیں ہیں، ایک ضرب چہرے کے لیے اور ایک ضرب ہاتھوں کے لیے کہنیوں تک"۔ حضرت ابن عمر کے قول کی حیثیت سے بھی یہ مروی ہے اور اسے دارقطنی نے درست کہا ہے۔

امام ملک العلماء نے بدائع الصنائع میں لکھا ہے کہ امام ابو یوسف نے امالی میں ذکر کیا کہ میں نے

---

[1] سنن الدارقطنی ، باب التیمم ، مدینہ منورہ حجاز ۱/۱۸۱ — [2] ایضاً
[3] نصب الرایۃ ، باب التیمم ، المکتبۃ الاسلامیہ ، ۱/۱۵۱
[4] سنن الدارقطنی ، باب التیمم ، مدینہ منورہ حجاز ۱/۱۸۱ — [5] ایضاً ۱/۱۸۰

قال سألت اباحنيفة عن التيمم فقال التيمم ضربتان ضربة للوجه وضربة لليدين الى المرفقين قلت له كيف هو فضرب بيديه على الارض فاقبل[ع] بهما و ادبر ثم

امام ابوحنیفہ سے تیمم کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا : "تیمم دو ضربیں ہیں، ایک ضرب چہرے کے لیے اور ایک ضرب ہاتھوں کے لیے کہنیوں تک ۔" میں نے عرض کیا کہ تیمم کا طریقہ کیا ہے ؟ تو انہوں نے اپنے ہاتھوں کو زمین پر مارا ، انھیں آگے بڑھایا اور پیچھے کیا ، پھر

ع قال فی التبیین کیفیته[وا] ان یضرب بیدیه علی الارض یقبل بهما و یدبر ثم یرفعهما وینفضهما[1] الخ قال ابن الشلبی عن یحیٰی ای یحرکهما بعد انصرف اماما وخلفا مبالغة فی ایصال التراب الی اثناء الاصابع و ان کان الضرب اولی من الوضع[2] اھ۔

تبیین الحقائق میں ہے : تیمم کی کیفیت اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ ہاتھوں کو زمین پر آگے کرتے ہوئے پیچھے لاتے ہوئے مارے پھر انہیں اٹھائے اور جھاڑ لے الخ ۔ ابن شلبی نے یحیٰی سے نقل کرتے ہوئے کہا یعنی دونوں ہاتھوں کو مارنے کے بعد، انگلیوں کے درمیان مٹی پہنچانے کے عمل میں مبالغہ کے لیے انھیں آگے اور پیچھے کو ہلائے ۔ اگرچہ ضرب (ہاتھوں کو زمین پر مارنا) وضع (زمین پر صرف رکھنے) سے بہتر و اولیٰ ہے اھ

اقول لیس[۲] هذا محل ان الوصلیة بل محل لذا ای ولاجل هذه المبالغة کان الضرب اولی الا ان یقال المعنی انه یقبل و یدبر زیادة فی هذه المبالغة وان کانت تحصل بالضرب[3] الموجب علی الوضع ثم تعلیل الاقبال والادبار بهذا عزاه فی الحلیة لبعضهم قال قال بعضهم انما یقبل بیدیه علی الارض ویدبر حتی یلتصق التراب بیدیه[4] اھ وله تعلیل اخر

اقول : یہ ان وصلیہ (اگرچہ) کا موقع نہیں بلکہ لِذا (اسی لیے) کا موقع ہے (اگرچہ ضرب وضع سے اولیٰ ہے کی بجائے کہنا چاہیے کہ اسی لیے ضرب وضع سے بہتر ہے ۱۲ محمد احمد) یعنی اسی مبالغہ کے لیے تو ضرب بہتر ہے ۔ مگر ان کی طرف سے معذرت میں یہ کہا جائے کہ معنی یہ ہے کہ تیمم کرنے والا ہاتھ آگے لے جائیگا اور پیچھے لائے گا تاکہ یہ مبالغہ زیادہ ہو اگرچہ نفس مبالغہ ضرب سے بھی حاصل ہو جاتا ہے جو وضع پر ترجیح یافتہ ہے ۔ ہاتھوں کو آگے بڑھانے پیچھے لانے کی یہ جو علت بیان کی گئی ہے

[1] و [2] تبیین الحقائق و شلبی علی التبیین ، باب التیمم ، المطبعة الکبری بولاق مصر ۱/۳۸ [3] حلیہ

(باقی برصفحہ آئندہ)

نفضهما ثم مسح بهما وجهه ثم اعاد کفیه علی الصعید ثانیا فاقبل بهما وادبر ثم نفضهما ثم مسح بذلک ظاهر الذراعین وباطنهما الی المرفقین اھ[1]

دونوں کو جھاڑا، پھر ان سے اپنے چہرے کا مسح کیا۔ پھر دوسری بار ہتھیلیاں زمین پر لے جاکر انہیں آگے بڑھایا اور پیچھے کیا، پھر جھاڑا، پھر اس سے دونوں کلائیوں کے ظاہر و باطن کا، کہنیوں تک مسح کیا" اھ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

نقله ورده اذ قال او جدناك عن الامالی ان ذلك بعد ضربهما علی الارض فانه فهم ما قیل انه قبل الضرب معللا ایاہ بقوله لیهیئ نفسه للتیمم[2] اھ ای یستحضر النیة۔ اقول وقضیة التعلیل الاول ان لا یسن ذلك حیث لا تراب کالرخام مع انهم یطلقونه اطلاقا

اسے حلیہ میں بعض علما کی طرف منسوب کیا، اس میں یوں لکھا ہے کہ بعض حضرات نے فرمایا کہ زمین پر ہاتھوں کو آگے لے جائیگا اور پیچھے لائے گا تاکہ مٹی ہاتھوں سے چپک جائے اھ اور اس کی ایک دوسری تعلیل بھی ہے جسے حلیہ میں نقل کرکے رَد کردیا کیونکہ انہوں نے فرمایا ہم نے تمہیں امالی سے نقل کرکے دکھا دیا کہ یہ کام ہاتھوں کو زمین پر رکھنے کے بعد ہوگا تو وہ قول رَد ہوگیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کام ضرب سے پہلے ہوگا اور اس کی علت میں بتایا گیا کہ تاکہ اپنے کو تیمم کے لیے تیار کرے اھ یعنی نیت مستحضر کرلے۔ اقول، پہلی تعلیل کا تقاضا یہ ہے کہ جہاں مٹی نہ ہو مثلاً سنگِ مرمر وہاں یہ مسنون نہ ہو حالانکہ اسے مطلقاً مسنون بتاتے ہیں۔

بل له علة ثالثة ان شاء الله تعالٰی علی ما اقول وهو امساس کل جزء من الکف بالارض لان سطح الکف غیر مستو فبمجرد الضرب یحصل المس لاجزاء الکف الناشرة دون الطافیة فیقبل ویدبر لامساس الکل هذا یعم الکل والله تعالٰی اعلم ۱۲ منه غفر له۔ (م)

اقول بلکہ اس کی علت ایک تیسری چیز ہے ان شاء اللہ تعالٰی۔ وہ یہ کہ ہتھیلی کا ہر جُز زمین سے مس کر دیا جائے اس لیے کہ ہتھیلی کی سطح برابر نہیں ہے تو ہتھیلی کے ابھرے ہوئے اجزا کا مس ہونا تو ضرب ہی سے حاصل ہو جائیگا مگر دبے ہوئے اجزا مس نہ ہو پائینگے تو ہاتھوں کو آگے پیچھے حرکت دے لے گا تاکہ ہر جز کو مس کرلے یہ علت ایسی ہے جو (مٹی پر تیمم ہو یا سنگِ مرمر پر) سب کو عام ہے ۱۲ منہ غفرلہ۔ (ترجمہ محمد احمد مصباحی)

[1] بدائع الصنائع کیفیۃ التیمم ایچ ایم سعید کمپنی ۱/۴۶
[2] حلیہ

وهی عبارة مختصر القدوری و الهداية والكافی والوقاية والنقاية والاصلاح من المتون وغيرها كتاب معتمد ولايخفى ان ظاهر مدلوله ركنية ضربتين وبه قال السيد الامام ابو شجاع واختاره الامام شمس الائمة الحلوانی وصححه فی الخلاصة وقال فی النصاب هذا استحسان وبه نأخذ وهو الاحوط[1] وفی الدر المختار هو الاصح الاحوط[2] اھ وبه جزم الامام ناصر الدين وفی الظهيرية هو حسن وبه نأخذ[3] اھ جواهر الفتاوى وبه جزم فی المنية وغيرها واقره فی الغنية وصرح انه احوط[4] وقال فی الحلية هو ظاهر قول مالك فی المدونة وبه قال الشافعی فی الجديد واكثر العلماء لاحاديث صريحة به[5] اھ

بل قال الامام ملك العلماء فی البدائع اما ركنه فقال اصحابنا ضربتان ضربة للوجه وضربة لليدين الى المرفقين[6] اھ ثم ذكر مذاهب الامام مالك

التیمم ضربتان الخ یہی متون میں سے مختصر قدوری، ہدایہ، کافی، وقایہ، نقایہ، اصلاح اور متعدد معتمد کتابوں کی عبارت ہے۔ یہ پوشیدہ نہیں کہ اس تعبیر کا ظاہر مدلول ومعنی یہی ہے کہ دونوں ضربیں تیمم کا رکن ہیں، یہی سید امام ابو شجاع کا قول ہے، اسی کو امام شمس الائمہ حلوانی نے اختیار کیا، اسی کو خلاصہ میں صحیح کہا، نصاب میں فرمایا کہ "یہ استحسان ہے اسی کو ہم لیتے ہیں اور یہی احوط ہے"۔ درمختار میں ہے: یہی اصح واحوط ہے۔ اسی پر امام ناصر الدین نے جزم کیا، ظہیریہ میں ہے: یہ عمدہ ہے اور اسی کو ہم لیتے ہیں" اھ۔ جواہر الفتاوی اور منیہ وغیرہا میں اسی پر جزم کیا، اور غنیہ میں اسے برقرار رکھا اور صراحت فرمائی کہ یہ احوط ہے۔ حلیہ میں کہا کہ: "یہی مدونہ میں امام مالک کا ظاہر قول ہے یہی امام شافعی کا جدید قول ہے، اکثر علماء اسی کے قائل ہیں اس لیے کہ اس پر صریح حدیثیں وارد ہیں اھ۔

بلکہ امام ملک العلماء نے بدائع میں فرمایا: "لیکن اس کا رکن، تو ہمارے اصحاب نے فرمایا: یہ دو ضربیں ہیں، ایک ضرب چہرے کے لیے اور ایک ضرب ہاتھوں کے لیے کہنیوں تک"۔ اھ پھر امام مالک،

---

[1] نصاب الاحتساب
[2] الدر المختار باب التیمم مجتبائی دہلی ۱/۴۱
[3] فتاوی ظہیریہ
[4] غنیۃ المستملی فصل فی التیمم سہیل اکیڈمی لاہور ص ۶۳
[5] حلیہ
[6] بدائع الصنائع ارکان التیمم سعید کمپنی کراچی ۱/۴۵

والشافعی والزهری وابن ابی لیلی وابن سیرین وغیرهم وفی جمیعها ان التیمم ضربة او ضربتان او ثلاث فافاد اجماع ائمتنا الثلثة وهؤلاء جمیعا علی ان الضربة هی رکن التیمم انما اختلفوا فی عدده ومبلغها فی الیدین الی الرسغین او المرفقین او الابطین۔

امام شافعی، زہری، ابن ابی لیلی، ابن سیرین وغیرہم کے مذاہب بیان کیے۔ سب میں یہ ہے کہ تیمم ایک ضرب ہے، یا دو ضرب ہے، یا تین ضرب ہے۔ تو افادہ فرمایا کہ ہمارے تینوں ائمہ اور ان تمام حضرات کا اس پر اجماع ہے کہ ضرب تیمم کا رکن ہے۔ ان کا اختلاف ہے تو اس بارے میں کہ ضرب کی تعداد اور انتہا کہاں ہے؛ ہاتھوں پر کہاں تک مسح کرنا ہے، گٹوں تک، یا کہنیوں تک، یا بغلوں تک۔

ونفاه الامام علی الاسبیجابی والامام فقیه النفس قاضیخان واختاره فی البزازیة وبه جزم فی نور الایضاح والامداد ورجحه فی شرح الوهبانیة ونص علیه ابن کمال وحققه المحقق فی الفتح وتبعه فی الحلیة والبحر اذ قال والذی یقتضیه النظر عدم اعتبار ضربة الارض من مسمی التیمم شرعا فان المأموربه المسح لیس غیر فی الکتاب قال تعالی فتیمموا صعیدا طیبا فامسحوا بوجوهکم فیحمل قوله صلی الله تعالٰی علیه وسلم التیمم ضربتان اما علی ارادة الاعم من المسحتین او انه خرج مخرج الغالب والله تعالٰی اعلم اھ[1]۔

امام علی اسبیجابی اور امام فقیہ النفس قاضی خان نے ضرب کے رکنِ تیمم ہونے کا انکار کیا، اسی مذہب کو بزازیہ میں اختیار کیا، اسی پر نور الایضاح اور امداد الفتاح میں جزم کیا، اسی کو شرح وہبانیہ میں ترجیح دی، اسی کی ابن کمال نے تصریح کی اور محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں اسی کی تحقیق کی اور حلیہ وبحر میں ان کا اتباع کیا۔ انہوں نے فرمایا: نظر کا تقاضا یہی ہے کہ شرعاً تیمم کے معنیٰ مسمّٰی میں زمین پر ضرب کا اعتبار نہ ہو۔ اس لیے کہ کتاب اللہ میں تو صرف مسح کا حکم دیا گیا ہے ارشاد ہے: "تو پاک سطح زمین کا قصد کرکے اپنے چہروں کا مسح کرو" اور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد "تیمم دو ضرب ہے" یا تو اس پر محمول ہوگا کہ یہ زمین پر دو ضرب ہونے یا عضو پر دو بار مسح ہونے سے اعم اور دونوں ہی کو شامل ہے، یا اس پر محمول ہوگا کہ ضرب والی صورت اکثر پائی جاتی ہے اس لئے یہ ارشاد بیان اکثر کے لحاظ سے وارد ہے واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

[1] فتح القدیر باب التیمم مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۱۰

وذكروا ثمرة الاختلاف شيئين:

احدهما لو ضرب يديه على الارض فقبل ان يمسح احدث لايجوز المسح بتلك الضربة على القول الاول لانها ركن فصار كما لو احدث فى الوضوء بعد غسل بعض الاعضاء قال فى الخلاصة الاصح انه لايستعمل ذلك التراب كذا اختاره الشيخ الامام شمس الائمة كما لو اعترض الحدث فى خلال الوضوء[1] اھ وقال القاضى الاسبيجابى يجوز كمن ملأ كفيه ماء فاحدث ثم استعمله[2] وبه جزم فى الخانية وخزانة المفتين قالا اذا اراد ان يتيمم فضرب ضربة واحدة ثم احدث فمسح بذلك التراب وجهه ثم ضرب ضربة اخرى لليدين الى المرفقين جاز[3] اھ وعزاه فى الخلاصة الى بعض نسخ الواقعات ونقل تصحيحه فى جامع الرموز عن جامع المضمرات قائلا لو احدث قبل المسح لم يعد الضرب على الاصح كما فى المضمرات[4] اھ وقال فى البحر

ضرب کی رکنیت اور عدمِ رکنیت میں اختلاف کا ثمرہ دو باتیں بتائی گئی ہیں:

ایک یہ کہ اگر اپنے ہاتھوں کو زمین پر مارا پھر مسح کرنے سے پہلے حدث کیا تو قولِ اول پر اس ضرب سے مسح جائز نہ ہوگا اس لیے کہ ضرب رکن ہے تو ایسا ہوا جیسے وضو کے دوران بعض اعضاء دھونے کے بعد حدث کیا۔ خلاصہ میں ہے: "اصح یہ ہے کہ اس مٹی کو استعمال نہ کرے۔ اسی طرح اس کو امام شمس الائمہ نے اختیار کیا جیسے درمیانِ وضو اگر حدث عارض ہو" اھ۔ اور قاضی اسبیجابی نے فرمایا کہ جائز ہے جیسے کسی نے ہتھیلیوں میں پانی بھر لیا پھر حدث کیا پھر اسی پانی کو استعمال کیا۔ اسی پر خانیہ اور خزانۃ المفتین میں جزم کیا۔ فرمایا: "جب تیمم کا قصد کیا پھر ایک ضرب ماری پھر حدث کیا پھر اسی مٹی سے اپنے چہرے کا مسح کیا، پھر دوسری ضرب کہنیوں تک ہاتھوں کے مسح کے لیے ماری تو جائز ہے" اھ اس پر خلاصہ میں واقعات کے بعض نسخوں کا حوالہ دیا ہے۔ اور جامع الرموز میں جامع المضمرات سے اس کی تصحیح نقل کی ہے، عبارت یہ ہے: "اگر مسح سے پہلے حدث کیا تو قولِ اصح پر ضرب کا اعادہ نہیں جیسا کہ مضمرات میں ہے" اھ۔ اور البحر الرائق

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی جنس فی نقض التیمم نولکشور لکھنؤ ۱/۳۷

[2] فتح القدیر باب التیمم سکھر ۱/۱۱۰

[3] فتاوٰی قاضی خاں فصل فیما یجوز بہ التیمم نولکشور لکھنؤ ۱/۳۰

[4] جامع الرموز باب التیمم مطبعہ کریمیہ قزان ۱/۶۸

قد قدمنا انہ لو امر غیرہ[1] بان ییممہ جاز بشرط ان ینوی الأمر فلو ضرب المامور یدہ علی الارض بعد نیۃ الأمر ثم احدث الأمر قال فی التوشیح ینبغی ان یبطل بحدث الأمر علی قول ابی شجاع[1] اھ قال البحر وظاھرہ انہ لا یبطل بحدث المأمور لما ان المأمور اٰلۃ وضربہ ضرب الأمر فالعبرۃ للاٰمر ولھذا اشترطنا نیتہ لانیۃ المأمور[2] اھ

میں ہے: ہم پہلے بیان کرچکے کہ اگر دوسرے کو حکم دیا کہ اسے تیمم کرادے تو جائز ہے بشرطیکہ حکم دینے والا نیت کرلے۔ تو اگر مامور نے آمر کی نیت کے بعد زمین پر اپنا ہاتھ مارا پھر آمر کو حدث ہوا تو توشیح میں کہا ہے کہ اسے ابو شجاع کے قول پر آمر کے حدث سے باطل ہوجانا چاہئے اھ بحر میں فرمایا: اس عبارت کا ظاہر یہ ہو کہ مامور کے حدث سے باطل نہ ہوگا اس لیے کہ مامور آلہ و ذریعہ ہے اور اس کی ضرب آمر ہی کی ضرب ہے تو اعتبار آمر کا ہوگا۔ اسی لیے ہم نے آمر (حکم دینے والے) کی نیت کی شرط رکھی۔ مامور کی نیت کی شرط نہ لگائی اھ۔

والاٰخر اذا نوی بعد الضرب فمن جعلہ رکنا لم یعتبر النیۃ بعدہ ومن لم یجعلہ رکنا اعتبرھا بعدہ کذا فی السراج الوھاج[3] بحر۔

دوسرا ثمرۂ اختلاف یہ ہوگا کہ جب ضرب کے بعد تیمم کی نیت کی تو جن لوگوں نے ضرب کو رکن قرار دیا ہے انھوں نے بعد کی نیت کا اعتبار نہ کیا۔ اور جن حضرات نے اسے رکن نہیں مانا ہے انھوں نے ضرب کے بعد پائی جانے والی نیت کا اعتبار کیا ہے السراج الوہاج میں ایسا ہی ہے۔ بحر

وھھنا فروع جمۃ تشھد للقول الثانی ذکرت فی المعتمدات من دون اشارۃ الی خلاف فیھا:

اس مقام پر ایسے بہت جزئیات و فروع ہیں جن سے قول دوم (عدمِ رکنیت ضرب) کی تائید اور شہادت حاصل ہوتی ہے۔ یہ معتمد کتابوں میں مذکور ہیں اور کسی اختلاف کا کوئی اشارہ بھی نہیں۔ کچھ جزئیات یہاں پیش کیے جاتے ہیں:

منھا[1] فی الفتح والبحر وغیرھما

جزئیہ ۱: فتح القدیر اور بحر الرائق وغیرہما

---

[1] و [2] و [3] البحر الرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴۵

صرحوا انه لو القت الریح الغبار علی وجهه ویدیه فمسح بنیة التیمم اجزاء وان لم یمسح لایجوز[1] اھ وفی الظهیریة ثم الهندیة لو اصاب الغبار وجهه ویدیه فمسح به ناویا للتیمم یجوز وان لم یمسح لا[2] اھ ومثله فی التبیین۔

ومنها[2] فی الخانیة والخلاصة لو قام فی مهب الریح او هدم الحائط فاصاب الغبار وجهه وذراعیه لم یجز حتی یمسح وینوی به التیمم[3] اھ وفی الدرر کنس دارا او هدم حائطا او کال حنطة فاصاب وجهه وذراعیه غبار فمسح جاز حتی اذا لم یمسح لم یجز[4] و قال العلامة الوزیر فی ایضاح اصلاحه قد ذکر فی کتاب الصلٰوة لو کنس دارا او هدم حائطا او کال حنطة فاصاب وجهه وذراعیه لم یجزه ذلك من التیمم حتی یمر یده علیه[5]۔

میں ہے: "علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ اگر آندھی سے اس کے چہرے اور ہاتھوں پر غبار پڑ گیا پھر ان پر تیمم کی نیت سے ہاتھ پھیر لیا تو کافی ہوگا اور اگر ہاتھ نہ پھیرا تو تیمم نہ ہوگا" اھ اور ظہیریہ پھر ہندیہ میں ہے: "اگر اس کے چہرے اور ہاتھوں پر غبار پڑ گیا پھر اس پر تیمم کی نیت سے ہاتھ پھیر لیا تو تیمم ہو جائے گا اور اگر مسح نہ کیا تو نہ ہوگا" اھ۔ ایسا ہی تبیین میں بھی ہے۔

جزئیہ ۲: خانیہ اور خلاصہ میں ہے: "اگر آندھی کی گزرگاہ میں کھڑا ہوا، یا دیوار ڈھائی غبار اس کے چہرے اور ہاتھوں پر لگ گیا جب تک تیمم کی نیت سے اس پر ہاتھ نہ پھیرے تیمم نہ ہوگا" اھ درر میں ہے: "گھر میں جھاڑو دیا، یا دیوار گرائی، یا گیہوں ناپا اس کے چہرے اور ہاتھوں پر غبار پڑ گیا اس پر ہاتھ پھیر لیا تو تیمم ہوگیا، نہ پھیرا تو نہ ہوا" اور علامہ وزیر نے اپنی کتاب اصلاح کی شرح ایضاح میں فرمایا: "کتاب الصلٰوۃ میں ذکر ہے کہ اگر گھر میں جھاڑو دیا یا دیوار گرائی یا گیہوں ناپا غبار اُڑ کر چہرے اور ہاتھوں پر پڑ گیا جب تک اس پر ہاتھ نہ پھیرے تیمم نہ ہوگا" اھ۔

---

[1] فتح القدیر باب التیمم نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۱۰
[2] فتاوٰی ہندیۃ الباب الرابع من التیمم پشاور ۱/۲۷
[3] خلاصۃ الفتاوٰی نوع فیما یجوز بہ التیمم نولکشور لکھنؤ ۱/۳۶
[4] درر حکام لملا خسرو باب التیمم مطبعۃ کاملیہ بیروت ۱/۳۱
[5] ایضاح واصلاح

ومنها[3] فی الخانیة والخلاصة والتاتارخانیة والحلیة اذا اراد التیمم فتمعك فی التراب وذلك بجسده كله ان كان التراب اصاب وجهه وذراعیه وكفیه جاز وان لم یصب وجهه وذراعیه لم یجز[1]۔

جزئیہ ۳: خانیہ، خلاصہ، تاتارخانیہ اور حلیہ میں ہے: "جب تیمم کا ارادہ کرکے خاک میں لوٹا اور اس سے سارے جسم کو ملا، اگر چہرے، کلائیوں اور ہتھیلیوں پر مٹی پہنچ گئی تو تیمم ہوگیا اور چہرے اور کلائیوں پر نہ پہنچی تو نہ ہوا" اھ۔

ومنها[4] فی الخلاصة لو ادخل راسه فی موضع الغبار بنیة التیمم یجوز[2]۔

جزئیہ ۴: خلاصہ میں ہے: "کسی غبار کی جگہ اپنا سر (اور دونوں ہاتھ) تیمم کی نیت سے داخل کیا (جس سے منہ اور ہاتھوں پر غبار پھیل گیا) تو تیمم ہوجائے گا"۔

ومنها[5] فیها لو انهدم الحائط فظهر الغبار فحرك راسه ینوی التیمم جاز والشرط وجود الفعل منه[3]۔

جزئیہ ۵: اسی میں ہے: اگر دیوار گری جس سے گرد اٹھی اس میں اپنے سر کو تیمم کی نیت سے حرکت دی تو تیمم ہوگیا۔ تیمم کرنے والے سے فعل کا وجود شرط ہے۔

ومنها[6] فیها وفی الخانیة وخزانة المفتین لو ذر الرجل علی وجهه ترابا لم یجز وان مسح ینوی به التیمم والغبار علیه جاز عند ابی حنیفة رضی الله عنه اھ[4] ای ومحمد خلافا لابی یوسف رحمهما الله تعالی فانه لا یجیز التیمم بالغبار مع القدرة علی الصعید

جزئیہ ۶: اسی میں اور خانیہ و خزانۃ المفتین میں ہے: "اگر آدمی نے اپنے چہرے پر مٹی گرائی تو تیمم نہ ہوگا اور غبار چہرے پر ابھی پڑا ہے بہ نیت تیمم ہاتھ پھیر لیا تو امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک تیمم ہوجائے گا اھ۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں بھی ہوجائے گا امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا اختلاف ہے ان کے نزدیک سطح زمین سے تیمم پر قدرت ہوتے ہوئے

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی کیفیت التیمم نولکشور لکھنؤ ۱/۳۵
[2] خلاصۃ الفتاوٰی نوع فیما یجوز بہ التیمم نولکشور لکھنؤ ۱/۳۶
[3] خلاصۃ الفتاوٰی " " " "
[4] خلاصۃ الفتاوٰی " " " "

وفی الجوھرۃ النیرۃ قولہ یمسح اشارۃ الی انہ لوذر التراب علی وجھہ ولم یمسحہ لم یجز وقد نص علیہ فی الایضاح انہ لایجوز[۱] اھ

ومنھا ومنھا فرعان فی وجیز الامام الکردری ذر علی المحل التراب فاصابہ غبارہ او ادخل المحل فی مثار الغبار فوصل بتحریک المحل جاز لا ان وقف فی المھب فثار الغبار علی المحل بنفسہ الا ان یمسح بھذا الغبار المحل[۲] اھ

اقول قولہ فوصل بتحریک المحل متعلق بکلا مسئلتی الذر والادخال فالمعنی ذر فاصابہ غبارہ فحرک بنوی التیمم جاز لوجود الصنع منہ کما نص علیہ فی مأخذہ الخلاصۃ ان الشرط وجود الفعل منہ واشار ھو الیہ بقولہ لا ان ثار الغبار علی المحل بنفسہ وقد مر قبلہ

غبار سے تیمم جائز نہیں۔ جوہرہ نیرہ میں ہے: "قولہ یمسح (ان کی عبارت "ہاتھ پھیرے") میں یہ اشارہ ہے کہ اگر چہرے پر گرد اڑائی اور ہاتھ نہ پھیرا تو تیمم نہ ہوگا، اور ایضاح میں عدمِ جواز کی تصریح بھی موجود ہے" اھ۔

جزئیہ ۷، ۸: وجیز امام کردری میں دو جزئیے ہیں: "محلِ تیمم پر گرد اڑائی، غبار اس پر گرا، یا اعضائے تیمم کو غبار اڑنے کی جگہ لے گیا اور ان اعضاء کو حرکت دینے سے ان پر گرد پہنچ گئی تو تیمم ہو جائیگا۔ لیکن اگر آندھی کے سامنے اس طرح کھڑا ہوا کہ غبار خود اڑ کر اعضائے تیمم پر پہنچا تو تیمم نہ ہوگا مگر اس گرد کے ساتھ محلِ تیمم پر ہاتھ پھیر لیا تو ہو جائے گا" اھ

اقول: ان کی عبارت "اعضا کو حرکت دینے سے ان پر گرد پہنچ گئی" گرد اڑانے اور گرد اڑانے کی جگہ اعضائے تیمم کو داخل کرنے دونوں ہی مسئلوں سے متعلق ہے۔ تو معنی یہ ہوا کہ گرد اڑائی کہ غبار اسے لگا پھر اعضائے تیمم کو بہ نیتِ تیمم حرکت دی تو تیمم ہو جائے گا کیونکہ خود اس کا عمل پایا گیا۔ جیسا کہ اس کے ماخذ خلاصہ میں تصریح موجود ہے کہ خود اس سے فعل پایا جانا شرط ہے۔ صاحبِ وجیز نے بھی اس کی طرف ان الفاظ سے اشارہ کیا ہے کہ "اگر غبار خود اڑ کر اعضائے تیمم پر پہنچا تو نہ ہوگا" اور اس سے

۱؎ جوہرہ نیرہ باب التیمم مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/ ۲۵
۲؎ فتاوٰی بزازیہ مع الہندیہ باب التیمم نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۱۷

ان الشرط فی تحققه صنع منه خاص فی وصول التراب الی محله بالنیة وان عدما او احدهما لا[1] اھ ومجرد الذر لیس ذلك الصنع المطلوب کما لیس به الذهاب الی قرب المثار والوقوف عنده بنیة التیمم فان هذا الفعل سبب بعید لوصول التراب الی المحل والمأموربه هو المسح وهو فعل بنفسه یقع الایصال والاتصال بین العضو والصعید واذا لوقوف فی المثار لم یعتبر مالم یحرك عضوه بنیة التیمم فان الغبار انما یصل الی العضو بنفسه بمیله الطبعی الی اسفل فلا یعتبر الذر باولی کما قد منا التنصیص به عن المعتمدات فافهم وتثبت۔

بقی ان فرع ادخال المحل موضع الغبار مطلق فی الخلاصة وقیده البزازی بالوصول بتحریك المحل وفرع الذر مذکور فی الکتب باشتراط المسح وابدله البزازی بالتحریك فیکشف لك انفا ان شاء الله تعالٰی منا شئ الکلام ویوضح جناه المعلل علی طرف الثمام وبه یظهر جعلنا فرعی البزازیة غیر السادس والرابع

پہلے بھی بتا چکے ہیں کہ تیمم متحقق ہونے کے لیے محل تیمم تک مٹی پہنچنے میں نیت کے ساتھ خود اس کا خاص عمل پایا جانا شرط ہے۔ اگر دونوں چیزیں نہ ہوں یا ایک نہ ہو تو تیمم نہ ہوگا"اھ۔ اور صرف اڑانا وہ فعل مطلوب نہیں، جیسے غبار اڑنے کی جگہ جانا اور وہاں تیمم کی نیت سے ٹھہرنا وہ فعل مطلوب نہیں۔ اس لیے کہ یہ عمل، محل تیمم تک مٹی پہنچنے کا سبب بعید ہے۔ اور اسے جس فعل کا حکم دیا گیا ہے وہ مسح ہے، یہ ایسا فعل ہے کہ خود اسی سے مٹی کا پہنچانا، اور عضو وصعید کے درمیان اتصال متحقق ہوتا ہے۔ اور جب بہ نیت تیمم عضو کو حرکت دیے بغیر، غبار کی جگہ صرف کھڑے ہونے کا اعتبار نہیں۔ کیونکہ غبار نیچے کی جانب اپنے میل طبعی کے باعث از خود عضو تک پہنچتا ہے۔ تو غبار اڑانے کا اعتبار بدرجہ اولٰی نہ ہوگا۔ جیسا کہ معتمد کتابوں سے ہم اس کی تصریح پہلے نقل کر چکے۔ تو سمجھو اور ثابت رہو۔

یہ رہ گیا کہ غبار کی جگہ اعضائے تیمم کو داخل کرنے کا مسئلہ خلاصہ میں مطلق ہے اور بزازیہ میں اعضائے تیمم کو حرکت دینے سے گرد پہنچنے کی قید سے مقید ہے۔ اور گرد اڑانے والا مسئلہ کتابوں میں مسح کی شرط کے ساتھ مذکور ہے اور بزازیہ میں مسح کے بدلے حرکت دینے کا ذکر ہے۔ تو عنقریب ان کلاموں کا منشا منکشف ہوگا اور ان سے چنا ہوا پھل سر راہ رکھ دیا جائے گا اس سے یہ بھی ظاہر ہوگا کہ ہم نے بزازیہ میں ذکر شدہ دونوں جزئیے چھٹے اور چوتھے

---

[1] فتاوٰی بزازیہ مع الہندیۃ باب التیمم نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۱۷

و باللہ التوفیق۔

اقول قد بان بطلان ما وقع للفاضل عبد الحلیم الرومی فی حاشیۃ الدرر[1] اذ قال بعد نقل ما فی الخلاصۃ ان الشرط وجود الفعل منہ مانصہ اقول یظھر منہ انہ لوکان حنطۃ لیحصل التیمم بغبارہ کفی ان اصاب مواضع التیمم غبار کما لایخفی اھ

وبہ حوّل قول الدرر حتی اذا لم یمسح لم یجز الی ان المراد اذا لم یمسح[عہ] عند عدم وجود فعل منہ بنیۃ التیمم والدرر علی الاعضاء اذ لم یصلح للاعتبار ما لم یمسح او یحرک اعضاءہ فما ابعد

جزئیے سے الگ کیسے شمار کرے۔ و باللہ التوفیق

اقول: فاضل عبد الحلیم رومی نے حاشیۂ دررمیں خلاصہ کی عبارت "اس سے فعل پایا جانا شرط ہے" نقل کرنے کے بعد جو لکھا ہے اس کا غلط ہونا واضح ہوگیا، ان کی عبارت یہ ہے: "اقول: اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر اس نے گیہوں اس لیے نا پا کہ اس کے غبار سے تیمم ہوجائے تو یہ کافی ہے اگر تیمم کی جگہوں پر غبار پہنچ گیا۔ یہ پوشیدہ نہیں"۔

اسی لیے فاضل رومی نے درر کی عبارت "اذا لم یمسح لم یجز" (ہاتھ نہ پھیرا تو تیمم نہ ہوا) کو اس کے معنی سے پھیر کر یہ بنایا کہ "مراد یہ ہے کہ بہ نیت تیمم اس سے کوئی فعل نہ پائے جانے کی صورت میں جب ہاتھ نہ پھیرا (تو تیمم نہ ہوا)"۔ جب اعضاء پر گرد اڑانا قابلِ اعتبار نہیں جب تک کہ ہاتھ نہ پھیرے یا اعضاء کو

عہ فانقلت تاویل لا تحویل۔

اقول کلا لو اراد ان یسلک بالشرح ھذا المسلک لقال اشار بذکر المسح الی کل فعل یوجد منہ بنیۃ التیمم لا ان یقدر فی کلامہ قیدا لا اثر لہ فی الکلام ولا اشارۃ فافھم ۱۲ منہ (م)

اگر کہا جائے کہ یہ (عبارت درر کی) تاویل ہے تحویل (اصل معنی سے دوسرے معنی کی طرف پھیرنا) نہیں ہے۔

اقول: ہرگز نہیں۔ اگر وہ اس روش پر شرح کو چلانا چاہتے تو یوں کہتے: "مصنف نے مسح کا ذکر کر کے ہر اس فعل کی جانب اشارہ کیا ہے جو اس سے بہ قصد تیمم پایا جائے"۔ ایسا نہ کرتے کہ ان کے کلام کے اندر ایک ایسی قید مان لیں جس کا ان کے کلام میں نہ کوئی نام ونشان ہے نہ ہی کوئی اشارہ۔ فافہم (ت)

---

[1] حاشیۃ الدرر للمولی عبد الحلیم باب التیمم مطبعۃ عثمانیہ بیروت ۱/۲۷

الکیل والھدم والکنس من الاعتبار واللہ تعالٰی الموفق۔

وللہ در امام المذھب فی کتاب الصلاۃ اذاق بما فیہ فعل لہ من الکنس والھدم والکیل ثم اطلق عدم الجواز مالم یمر یدہ علیہ ارشادا الی ان ھذہ الافعال لاتکفی وان کانت بنیۃ التیمم مالم یوجد المسح امّا ما قال الفاضل الخادمی علی قول الدرر انہ یوھم ھذہ الافعال انہ لابد من کون الغبار اثر الفعل المتیمم ولیس کذلک اھ[1]

ای للفرع الرابع القاء الریح الغبار والفرع الخامس انھدام الجدار۔

فاقول ھو فیہ مصیب لان الدرر ذکر ھذہ الافعال فی جانب الجواز فکان مثار التوھمات الجواز مشروط بکون ما یمسح بہ منہ ناشئا بفعلہ بخلاف عبارۃ کتاب الصلاۃ ففیھا ذکرھا فی جانب المنع فافادت تلک الفائدۃ العائدۃ و

حرکت نہ دے تو گیہوں وغیرہ ناپنے، دیوار گرانے، جھاڑو دینے کا معتبر ہونا کس قدر بعید ہے۔ اور خدا ہی توفیق دینے والا ہے۔

کتاب الصلٰوۃ میں امام مذہب کی عبارت کیا ہی جامع کیا ہی خوب ہے انہوں نے جھاڑو دینا، دیوار گرانا، گیہوں ناپنا ذکر کیا جس میں خود تیمم کرنیوالے کا فعل پایا جاتا ہے پھر مطلق طور پر ذکر فرمادیا کہ تیمم نہ ہوگا جب تک اس پر ہاتھ نہ گزارے تاکہ اس بات کی جانب رہنمائی ہو کہ جب تک ہاتھ پھیرنا نہ پایا جائے یہ افعال کافی نہیں اگرچہ بہ نیت تیمم ہوں۔ فاضل خادمی نے دُرر کی عبارت پر لکھا کہ "یہ افعال اس بات کا وہم پیدا کرتے ہیں کہ غبار کو تیمم کرنے والے کے کسی فعل کا نتیجہ واثر ہونا ضروری ہے۔ جبکہ ایسا نہیں۔" اھ

کیونکہ آندھی کے غبار ڈالنے کا جزئیہ اور دیوار گرنے سے متعلق پانچواں جزئیہ گزر چکا۔

فاقول: فاضل موصوف کا یہ کلام درست ہے اس لیے کہ دُرر میں یہ افعال جواز کے تحت مذکور ہیں جن سے وہم پیدا ہوتا ہے کہ جواز اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ جس غبار سے مسح ہو وہ اس کے فعل سے اُڑا ہو مگر کتاب الصلٰوۃ کی عبارت میں اس وہم کا موقع نہیں کیونکہ اس میں یہ افعال ممانعت کے تحت مذکور ہیں۔ اس لیے

[1] حاشیۃ علی الدرر شرح غرر لابی سعید خادمی باب التیمم مطبعۃ عثمانیہ بیروت ۱/۲۸

اللہ تعالٰی اعلم۔

ومنہا فی المحیط ثم الھندیۃ صورۃ التیمم بالغبار ان یضرب بیدیہ ثوبا او لبدا او وسادۃ اوما اشبہھا من الاعیان الطاھرۃ التی علیہا غبار فاذا وقع الغبار علی یدیہ تیمم[1]۔

ومنہا فیہما قالا بعد ما مر او ینفض ثوبہ حتی یرتفع غبارہ فیرفع یدیہ فی الغبار فی الھواء فاذا وقع الغبار علی یدیہ تیمم[2] اھ

وہ عبارت، مذکورہ عظیم فائدہ کی حامل ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

جزئیہ ۹: محیط پھر ہندیہ میں ہے: "غبار سے تیمم کا ایک طریقہ یہ ہے کہ کوئی کپڑا یا گدا یا تکیہ یا اسی طرح کی کوئی پاک چیز جس پر غبار پڑا ہوا ہو اس پر ہاتھ مارے جب ہاتھوں پر غبار آجائے تو اس سے تیمم کرلے"۔

جزئیہ ۱۰: محیط وہندیہ ہی میں، مذکورہ عبارت کے بعد ہے: "یا اپنے کپڑے کو اس طرح جھاڑے کہ غبار بلند ہو پھر اپنے ہاتھوں کو ہوا میں بلند کرے جب اس کے ہاتھوں پر غبار پڑجائے تو تیمم کرلے" اھ

عـہ **اقول** انما یشترط طہارۃ الغبار دون ما یقع علیہ غیر ان الغبار یتنجس بوقوعہ علی نجس رطب اما اذا وقع بعد جفافہ فلا باس کما ذکر بعد اسطر عن النہایۃ اذا تیمم بغبار الثوب النجس لایجوز الا اذا وقع التراب بعد ما جف الثوب[3] اھ وذکرہ فی الحلیۃ وقال اشار الیہ فی التجنیس[4] اھ ۱۲ منہ غفرلہ (م)

اقول: صرف غبار کا پاک ہونا شرط ہے۔ جس چیز پر غبار پڑا ہو اس کا پاک ہونا شرط نہیں مگر یہ ہے کہ غبار کسی تر نجس چیز پر پڑنے سے نجس ہوجاتا ہے لیکن اس کے خشک ہونے کے بعد اس پر غبار پڑے تو کوئی حرج نہیں۔ جیسا کہ چند سطروں کے بعد نہایہ کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ: "اگر نجس کپڑے کے غبار سے تیمم کرے تو نہ ہوگا مگر جب کپڑا خشک ہونے کے بعد گرد پڑی تو ہوجائے گا" اھ۔ اسے حلیہ میں بھی ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اس طرف تجنیس میں اشارہ موجود ہے اھ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الباب الرابع فی التیمم پشاور ۱/۲۷
[2] و[3] فتاوٰی ہندیۃ " " " " " [4] حلیہ

اقول وماذکر اولا من الضرب بیدیہ علی الثوب لیست الضربۃ المطلوبۃ وانما ھی لاثارۃ الغبار والا لما احتاج الی وقوع الغبار علی یدیہ فان الید اذا ضربت علی الصعید اکسبھا صفۃ التطھیر فیمسح بھا وان لم یلتزق بھا شیئ منہ وقد اوضح ذلک بالصورۃ الاخیرۃ المقتصرۃ علی نفض الثوب۔

اقول: پہلے جو ذکر کیا کہ کپڑے پر اپنے ہاتھوں کو مارے یہ تیمم کی ضرب مطلوب نہیں یہ تو صرف اس لیے ہے کہ کپڑے سے غبار اُٹھے ورنہ ہاتھوں پر غبار پڑنے کی ضرورت ہی نہ تھی، کیونکہ صعید پر جب بھی ہاتھ مارے تو وہ اس میں تطہیر کی صفت پیدا کردے گی پھر اس سے وہ مسح کرے گا اگرچہ ہاتھ پر کچھ بھی گرد وغبار نہ لگا ہو اس مقصد کو انہوں نے بعد والی صورت سے واضح کردیا ہے جس میں صرف کپڑے کو جھاڑنے کا ذکر ہے۔

ومنہا۱۱ فی الذخیرۃ ثم الھندیۃ لوشلت یداہ یمسح یدہ علی الارض ووجہہ علی الحائط ویجزیہ[1] اھ

جزئیہ ۱۱: ذخیرہ پھر ہندیہ میں ہے: "اگر دونوں ہاتھ شل ہوگئے ہوں تو زمین پر ہاتھ اور دیوار پر چہرہ پھیرے اسی سے اس کا تیمم ہوجائیگا۔" اھ

اقول وھذا ربما یعتل فیہ بالضرورۃ فتکون الضربۃ رکنا محتمل السقوط کالقراءۃ عن الاخرس فتلک عشرۃ کاملۃ لاضرب فیھا مع صحۃ التیمم۔

اقول: اس جزئیہ میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ ضرورت کی وجہ سے بغیر ضرب کے تیمم ہوگیا تو ضرب ایک ایسا رکن ہے جو ساقط ہوسکتا ہے جیسے نماز کا رکنِ قرأت گونگے سے ساقط ہے۔ تو اس جزئیہ کو چھوڑ کر وہ پورے دس جزئیے ہوئے جن میں ضرب نہ ہونے کے باوجود تیمم صحیح ہونے کا حکم ہے۔

فالمحقق حیث اطلق سلک فیھا مسلکین اذ قال بعد ذکر الفرع الاول یلزم فیہ اما کونہ قول

ان سے متعلق محقق علی الاطلاق نے دو طریقے اختیار کئے ہیں اس طرح کہ انھوں نے پہلے جزئیہ کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ: "اس میں لازم ہے کہ

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الباب الرابع فی التیمم نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۶

من اخرج الضربة (ای عن مسمی التیمم) لا قول الکل، واما اعتبار الضربة اعم من کونها علی الارض او علی العضو مسحا[1] اھ اقرہ فی الحلیة وخالفه فی البحر فقال بعد نقل کلامه اعلم ان الشرط وجود الفعل منه اعم من ان یکون مسحا او ضربا او غیرہ فقد قال فی الخلاصة (فاثر کلامه فی الفرع الرابع والخامس) قال وھذا یعین ان ھذہ الفروع مبنیة علی قول من اخرج الضربة من مسمی التیمم اما من ادخلها فلا یمکنه القول بها فیما نقلنا عن الخلاصة اذ لیس فیها ضرب اصلا لا علی الارض ولا علی العضو الا ان یقال مرادہ بالضرب الفعل منه اعم من کونه ضربا او غیرہ وھو بعید کما لا یخفی[2] اھ

وتبعه اخوہ المحقق فی النھر والمدقق فی الدر فقالا المراد الضرب او ما یقوم مقامه ونظم الدر بضربتین ولو من غیرہ او ما یقوم مقامهما لما فی الخلاصة وغیرھا

یہ صرف ان حضرات کا قول ہو جو ضرب کو حقیقتِ تیمم سے خارج مانتے ہیں، سب کا قول نہ ہو۔ یا یہ مانا جائے کہ ضرب اس سے عام ہے کہ زمین پر ہو یا بطور مسح کے عضو پر ہو اھ "حلیہ" میں اسے برقرار رکھا ہے اور بحر نے اس کی مخالفت کی ہے۔ حضرت محقق کی عبارت نقل کرنے کے بعد یہ لکھا: "جاننا چاہیے کہ شرط یہ ہے کہ اس سے فعل پایا جائے چاہے مسح ہو یا ضرب ہو یا کچھ اور ہو، کیونکہ خلاصہ میں کہا ہے" (اس کے بعد جزئیہ ۴ و جزئیہ ۵ نقل کیا اور کہا) اس سے یہ بات متعین ہو جاتی ہے کہ یہ جزئیات ان حضرات کے قول پر مبنی ہیں جو ضرب کو حقیقتِ تیمم سے خارج مانتے ہیں، لیکن جو لوگ اسے داخلِ تیمم مانتے ہیں وہ اس میں اس کے قائل نہیں ہو سکتے جسے ہم نے خلاصہ سے نقل کیا کیونکہ اس میں سرے سے ضرب کا وجود ہی نہیں نہ زمین پر نہ عضو پر۔ مگر یہ کہا جائے کہ ضرب سے ان کی مراد تیمم کا عمل ہے خواہ ضرب ہو یا اور کچھ، تو ہو سکتا ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ یہ بعید ہے" اھ۔

ان کے برادر محقق نے النہر الفائق میں اور مدقق علائی نے دُرِّ مختار میں ان کی پیروی کی ہے ان دونوں حضرات نے فرمایا: "مراد یہ ہے کہ ضرب ہو یا وہ جو اس کے قائم مقام ہو" اور درمختار کی عبارت یہ بھی ہے: "دو ضربوں سے اگرچہ یہ دوسرے شخص سے صادر ہوں، یا ایسے فعل سے جو دونوں ضربوں کے قائم مقام ہو کیونکہ خلاصہ وغیرہا

---

[1] فتح القدیر باب التیمم نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۱۰
[2] البحر الرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴۵

لوحرك راسه او ادخله فی موضع الغبار بنیة التیمم جاز والشرط وجود الفعل منه[1] اھ

اقول والعجب[ف] ان السید ط قال فاشار الشارح بقوله اومایقوم مقامهما الی اختیار ما قاله الکمال[2] اھ ثم قال علی قوله وجود الفعل منه اعم من انیکون مسحا اوضربا اوغیره کما فی البحر[3] اھ فاین ھذا مما اختار الکمال الا ان یقال ان المراد اختیار خروج الضرب عن مسمی التیمم وان لم یتابع المحقق علی رکنیة المسح بخصوصه بل فعل ما منه کتحریک الراس او ادخاله فی موضع الغبار ثم اعترض علی ھذا ایضا بقوله وفیه انهم اکتفوا بتیمم الغیر له ولا فعل منه[4] اھ واجاب العلامة ش بان فعل غیره بامره

میں ہے کہ: "اگر تیمم کی نیت سے اپنے سر کو حرکت دی یا اسے غبار کی جگہ داخل کیا تو جائز ہے اور شرط یہ ہے کہ اس سے فعل پایا جائے۔" اھ

اقول: حیرت ہے کہ سید طحطاوی لکھتے ہیں کہ "شارح نے اپنی عبارت" او ما یقوم مقامهما (یا وہ فعل جو دونوں ضربوں کے قائم مقام ہو) سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ان کا مختار وہ ہے جو کمال ابن ہمام نے فرمایا۔" اھ۔ پھر شارح کی عبارت "وجود الفعل منه" (اس سے فعل پایا جانا شرط ہے) کے تحت فرمایا: "عام اس سے کہ وہ فعل مسح ہو یا ضرب ہو اور کچھ ہو جیسا کہ بحرالرائق میں ہے۔" اھ۔ تو یہ وہ کہاں رہا جو کمال ابن ہمام نے اختیار فرمایا! مگر یہ کہا جائے کہ مطلب یہ ہے کہ شارح نے بھی یہی اختیار کیا ہے کہ ضرب حقیقتِ تیمم سے خارج ہے اگرچہ انہوں نے اس سلسلہ میں محقق علی الاطلاق کی متابعت نہیں کی ہے کہ "خاص مسح رکنِ تیمم ہے" بلکہ کوئی بھی فعل جو اس سے پایا جائے جیسے سر کو حرکت دینا یا غبار کی جگہ داخل کرنا۔ پھر سید طحطاوی نے اس پر بھی یوں اعتراض کیا ہے: "اس میں یہ خامی ہے کہ دوسرے کا اسے تیمم کرا دینا بھی کافی مانا گیا ہے جب کہ خود اس کا کوئی فعل نہ پایا گیا" اھ۔ علامہ شامی نے اس کا جواب دیا ہے کہ "اس کے حکم سے دوسرے کا فعل خود اسی کے فعل کے

---

[1] الدرالمختار باب التیمم مجتبائی دہلی ۱/۴۲

[2] و [3] و [4] طحطاوی علی الدر باب التیمم بیروت ۱/۱۲۷

قائم مقام فعلہ فھو منہ فی المعنی[1] اھ وقال قبلہ ای الشرط فی ھذہ الصورۃ وجود الفعل منہ وھو المسح او التحریک وقد وجد فھو دلیل علی ان الضرب غیر لازم کما مر[2] اھ

قائم مقام ہے تو وہ معنًی اسی کا ہے" اھ۔ اور اس سے پہلے فرمایا کہ "یعنی" اس صورت میں "اس سے فعل پایا جانا شرط ہے۔ وہ مسح ہے یا حرکت دینا۔ اور یہ پایا گیا۔ تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ضرب ضروری نہیں جیسا کہ گزر چکا" اھ۔

اقول ای خصوصیۃ لھذہ الصورۃ فان الفعل منہ موجود فی الضرب والمسح والتحریک والادخال جمیعا الا ان یرید بھذہ الصورۃ ما اذا تیمم بنفسہ اما لو یممہ غیرہ فلا یشترط وجود الفعل منہ فح یکون ھذا مسلکا اخر فی الجواب وکان اذن حقہ ان یقول او نقول فعل غیرہ بامرہ الخ

اقول: اسی صورت کی کیا خصوصیت ہے فعل تو اس سے ضرب، مسح، ادخال، تحریک سبھی صورتوں میں پایا جاتا ہے۔ مگر یہ کہا جائے کہ اس صورت سے ان کی مراد یہ ہے کہ جب خود تیمم کرے لیکن اگر اس کو کوئی اور تیمم کرائے تو فعل اس سے پایا جانا شرط نہیں۔ تب یہ جواب کا ایک دوسرا طریقہ ہوگا اور اس وقت انہیں یُوں کہنا چاہیے تھا: اونقول فعل غیرہ بامرہ الخ (یا ہم یہ کہیں کہ اس کے حکم سے دوسرے کا فعل)۔

اقول وبقی ان یقول امرہ من فعلہ ھکذا اجری القیل والقال ﴿ وللعبد الضعیف لطف بہ مولاہ اللطیف عدۃ ابحاث فی ھذا المقال ﴿ ثم تحقیق وتوفیق یزول بہ الاشکال ﴿ بتوفیق الملک المھیمن المتعال ﴿

اقول: ابھی کہنے کی ایک بات رہ گئی، وہ یہ کہ اس کا حکم دینا ہی اس کا فعل ہے۔ اسی طرح یہاں قیل وقال جاری ہے۔ اس مقام پر بندۂ ضعیف ۔۔۔ اب لطیف اسے لطف سے نوازے ۔۔۔ کی چند بحثیں ہیں پھر ایک ایسی تحقیق اور تطبیق ہے جس سے اشکال دُور ہو جاتا ہے۔ یہ سب خدائے بلند و نگہبان کی توفیق سے ہے۔

---

[1] رد المحتار باب التیمم مصطفی البابی مصر ۱/۱۷۳

[2] ایضاً

مباحث المصنّف

فاقول وبہ استعین۔

الاوّل احادیث کثیرة قولیة و فعلیة وردت بذکر الضرب فی التیمم بل ھو المعھود فی جل ما جاء فی صفتہ ولولا خشیة الاطالة لسردتہا و لا اقول کما قال فی غایة البیان ان الضرب لم یذکر فی الاٰیة ولا فی سائر الاٰثار وانما جاء فی بعضہا[1] اھ اراد بہ الاخذ علی قول الامام النسفی فی المستصفی انہم انما اختاروا لفظ الضرب و ان کان الوضع جائزا لان الاٰثار جاءت بلفظ الضرب[2] اھ ومن تتبع الاحادیث تبین لہ صدق کلام المستصفی فالاخذ لا وجہ لہ و ان اقرہ علیہ البحر فھذا فی نفس ذکر الضرب اما رکنیتہ فلا اعلم فیہ حدیثین صحیحین و لا حدیثا واحدا صریحا فضلا عن احادیث فقول الحلیة بہ قال اکثر العلماء لاحادیث صریحة بہ منہا ما عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما (فذکر ما قدمنا

ابحاث مصنّف

فاقول: اسی سے مدد طلب کرتا ہوں۔

بحث ۱: بہت سی قولی وفعلی حدیثیں ہیں جن میں تیمم کے اندر ضرب کا ذکر آیا ہے بلکہ کیفیت تیمم سے متعلق بیشتر احادیث میں یہی معہود ومعروف ہے اگر تطویل کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں یہاں ان تمام احادیث کو ذکر کرتا، اور میں اس طرح نہیں کہتا جیسے غایۃ البیان میں کہا ہے کہ "ضرب آیت میں مذکور نہیں، اور تمام آثار میں بھی نہیں، صرف بعض میں ہے" اھ اس سے انھوں نے مستصفی للامام النسفی کی درج ذیل عبارت پر گرفت کرنی چاہی ہے: اگرچہ وضع یعنی صعید پر ہاتھ رکھ کر تیمم کر لینا بھی جائز ہے مگر ان حضرات کے لفظ ضرب اختیار فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ لفظ ضرب آثار واحادیث میں وارد ہے" اھ۔ جو احادیث کی چھان بین کرے گا اس پر عیاں ہو جائیگا کہ مستصفی کی عبارت بجا ہے تو اس پر گرفت بلاوجہ اور بے جا ہے اگرچہ بحر میں بھی اس گرفت کو برقرار رکھا ہے۔ یہ احادیث میں ضرب کے صرف مذکور ہونے کی بات ہوئی اب یہ بات رہی کہ کیا احادیث میں اس کا رکن تیمم ہونا بھی مذکور ہے؟ تو میرے علم میں تو اس بارے میں دو صحیح حدیثیں بلکہ ایک بھی صریح حدیث نہیں ـــ احادیث ہونا تو دور کی بات ہے ـــ اب حلیہ کا یہ اقتباس پڑھئے۔ فرماتے ہیں: "اکثر علماء رکنیت ضرب کے قائل ہیں اس لیے کہ اس بارے میں صریح احادیث وارد ہیں انہی میں سے وہ حدیث ہے جو حضرت ابن عمر

---

[1] البحرالرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۵ [2] ایضاً

قال) رواہ الحاکم واثنی علیہ ومنہا ماعن عمار بن یاسر رضی اللہ تعالٰی عنہما قال کنت فی القوم حین نزلت الرخصۃ فامرنا بضربتین واحدۃ للوجہ ثم ضربۃ اخری للیدین الی المرفقین اخرجہ البزار باسناد حسن اھ[1]

رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے (اس کے بعد وہ الفاظ حدیث ہیں جو پہلے ہم نے تعریف ششم کے بعد ہی ذکر کیے ہیں فرمایا) اسے حاکم نے روایت کیا اور اس کی ستائش کی۔ اور ان ہی میں سے وہ بھی ہے جو حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے' فرمایا: جب رخصت نازل ہوئی میں لوگوں کے درمیان موجود تھا، سرکار نے ہمیں دو ضربوں کا حکم دیا ایک چہرے کے لیے' پھر دوسری ضرب کہنیوں تک ہاتھوں کے لیے۔ بزار نے اس حدیث کی بسندِ حسن تخریج کی اھ

فیہ اوّلا ان الحاکم لم یثن علیہ بل سکت عن تصحیحہ وعن تصحیح اسنادہ قال المحقق فی الفتح تبعا للامام الزیلعی المخرج سکت عنہ الحاکم وقال لااعلم احدا اسندہ عن عبید اللہ غیر علی بن ظبیان وھو صدوق اھ[2]

اس عبارت حلیہ پر چند کلام ہیں:

اوّلا حاکم نے اس کی ستائش نہ کی، اس کی تصحیح سے بلکہ اس کی اسناد کی تصحیح سے بھی سکوت اختیار کیا۔ نصب الرایہ میں اس کی تخریج فرمانے والے امام زیلعی کی تبعیت میں محقق علی الاطلاق نے بھی فتح القدیر میں فرمایا "حاکم نے اس سے سکوت اختیار کیا اور فرمایا کہ میرے علم میں کوئی ایسا شخص نہیں جس نے اس حدیث کو عبید اللہ سے مُسند روایت کیا ہو، سوائے علی بن ظبیان کے، اور یہ صَدُوق (راست گو) ہیں اھ۔

اقول الثناء[ف1] علی الراوی لیس ثناء علی الروایۃ[ف2] وکونہ صادقا فی نفسہ لاینافی کونہ ضعیفا فی حدیثہ کیف[ف3] وقد تظافرت کلمات

اقول: راوی کی تعریف وستائش، روایت کی تعریف وستائش نہیں۔ اور راوی کا فی نفسہ صادق ہونا' حدیث میں اس کے ضعیف ہونے کے منافی نہیں۔ پھر راوی مذکور حدیث میں ضعیف کیسے نہ ہوں؛ جبکہ

---

[1] حلیہ

[2] فتح القدیر باب التیمم سکھر ۱/۱۱۰

ائمة الشان علی تضعیفه بل قال ابوحاتم ثم النسائی متروك بل بالغ ابن معین فیما روی عنه فقال کذاب واغتر به المناوی فی التیسیر فقال فیه کذاب۔

ائمۂ فن انھیں بیک زبان ضعیف کہتے ہیں۔ اتنا ہی نہیں ابوحاتم پھر نسائی نے تو "متروک" بھی کہا ہے۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ابن معین نے ۔۔ جیسا کہ ان سے روایت کی گئی ہے ۔۔ کذاب کہا جس سے دھوکا کھا کر تیسیر میں مناوی نے "کذاب" لکھ ڈالا۔

اقول ولیس[ف1] کذلك بل الرجل خیر دین فقیه ضعیف عند المحدثین فی الحدیث لاجرم ان قال فی التقریب[1] ضعیف۔

اقول: حالاں کہ ایسا نہیں۔ آدمی پسندیدہ، دین دار، فقیہ ہیں۔ یہ ہے کہ محدثین کے نزدیک حدیث میں ضعیف ہیں لاجرم تقریب میں کہا: ضعیف ہیں۔

وثانیا العجب[ف2] استناده الی هذا وترکه حدیث جابر الصحیح الاسناد وتوارده علیه الامام السیوطی فی الجامع الصغیر۔

ثانیا: یہ بھی عجیب بات ہے کہ انہوں نے اس حدیث سے تو استناد کیا مگر حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما کی صحیح الاسناد حدیث کو چھوڑ دیا، جامع صغیر میں امام سیوطی سے بھی یہی ہوا ہے۔

وثالثا حدیث عمار[ف3] رضی الله تعالٰی عنه انما فیه الامر بضربتین ولیس کل یؤمر به رکنا وابعد منه حدیث البزار عن ام المؤمنین الصدیقة رضی الله تعالٰی عنها عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم فلفظه علی ضعف اسناده فی التیمم ضربتان[2] اھ

ثالثا: اب حضرت عمار رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث لیجئے اس میں صرف اتنا ہے کہ "ہمیں دو ضربوں کا حکم ہوا۔" اور ایسا نہیں کہ جس چیز کا بھی حکم دیا جائے وہ رکن ہو۔ اس سے بھی زیادہ بعید نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی روایت سے مسند بزار کی حدیث ہے۔ ایک تو اس کی سند ضعیف ہے، دوسرے یہ کہ متن میں بس یہ ہے: "فی التیمم ضربتان" (تیمم میں دو ضربیں ہیں) اھ

---

[1] تقریب التہذیب دارنشر الکتب الاسلامیہ گوجرانوالا ص ۲۴۷

[2] کشف الاستار عن زوائد البزار باب التیمم مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/۱۵۹

ورابعاً بل لیست العبارۃ التیمم ضربتان صریحۃ فی الرکنیۃ وقد تقدم عن المحقق انہ خرج مخرج الغالب وسیأتی تحقیقہ ان شاء اللہ تعالٰی۔

رابعاً بلکہ "التیمم ضربتان" (تیمم دو ضرب ہے) یہ عبارت بھی رکنیت کے بارے میں صریح نہیں۔ گزر چکا کہ محقق علی الاطلاق نے فرمایا ہے یہ بیان غالب واکثر کے لحاظ سے وارد ہے، عنقریب اس کی تحقیق آرہی ہے۔

اقول بل روی مسلم عن معٰویۃ بن الحکم رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان ہذہ الصلاۃ لایصلح فیہا شیئ من کلام الناس انما ھی التسبیح والتکبیر وقراءۃ القراٰن[2] ولیس التسبیح ولاالتکبیر من ارکانہا وقال ملک العلماء فی البدائع صلاۃ الجنازۃ دعاء للمیت[3] اھ ومعلوم ان لیس ارکانہا الا التکبیرات الاربع۔

اقول: بلکہ امام مسلم نے حضرت معاویہ بن الحکم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث روایت کی ہے "لوگوں کی بات چیت میں سے کچھ بھی اس نماز کے اندر ہونے کے لائق نہیں، نماز تو بس تسبیح وتکبیر اور قرآن کی قراءت ہے"۔ حالانکہ نہ تسبیح نماز کے ارکان میں سے ہے نہ تکبیر (اسی طرح "تیمم دو ضرب ہے" یہ بھی محمول کو موضوع کا رکن بتانے کے معاملے میں صریح نہیں)۔ ملک العلماء نے بدائع الصنائع میں فرمایا ہے "نماز جنازہ میت کے لیے دعا کرنا ہے" اھ جیسا کہ معلوم ہے کہ ارکان نماز جنازہ، چاروں تکبیروں کے سوا اور کچھ نہیں۔

الثانی الوظائف البدنیۃ المحضۃ لاتجری فیہا النیابۃ فلا یصلی احد عن احد ولا یتوضؤ احد عن احد کذا لا یتیمم احد عن احد وقد جوزنا

بحث ۲: جو محض بدنی اعمال ہیں ان میں نیابت نہیں چلتی۔ کوئی شخص دوسرے شخص کی طرف سے نماز نہیں پڑھ سکتا نہ کوئی دوسرے کی جانب سے وضو کرسکتا ہے اسی طرح ایک شخص دوسرے شخص کی طرف سے تیمم بھی نہیں کرسکتا۔ اور یہ جائز رکھا گیا ہے

---

[1] فتح القدیر باب التیمم نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۱۱
[2] الصحیح لمسلم باب تحریم الکلام فی الصلوٰۃ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۰۳
[3] بدائع الصنائع کیفیۃ صلوٰۃ الجنازہ کراچی ۱/۳۱۳

ان یمم زید اعمرو فاذن الضربتان لاتقومان الا بعمرو فلو کانتا جمیع ارکان التیمم فقد تیمم عمرو وطھربه زید و لو کانتا بعض ارکانه فقد قام بعض التیمم بزید وبعضه بعمرو وھل له نظیر فی الشرع ثم قد حصل کله لزید وھذا کله غیر معقول ولا مقبول۔

کہ زید کو عمرو تیمم کرادے۔ اس صورت میں دونوں ضربیں مارنے کا عمل صرف عمرو سے صادر ہوا۔ بلفظ اصلاحی ۔ دونوں ضربیں صرف عمرو کے ساتھ قائم ہیں۔ اب اگر یہی دو ضربیں تمام تر ارکانِ تیمم ہیں تو لازم آیا کہ عمرو نے تیمم کیا اور زید پاک ہوا۔ اور اگر یہ دونوں ضربیں، بعض ارکانِ تیمم ہیں تو لازم آیا کہ کچھ تیمم زید کے ساتھ لگا ہوا ہے اور کچھ عمرو کے ساتھ۔ پھر یہ دونوں مل کر سارا تیمم زید ہی کا ہوگیا۔ کیا شریعت میں اس کی کوئی نظیر ہے؟ (کہ کسی بدنی عمل کے سارے اجزاء و ارکان عمرو ادا کرے اور وہ زید کا عمل ہو جائے؟ یا ایک ہی فریضۂ بدنیہ کا ایک جز زید ادا کرے اور دوسرا جز عمرو بجالائے، پھر دونوں مل کر سب زید کے حصے میں آجائے اور اس کے سر سے فرض اتر جائے؟ ۱۲ محمد احمد اصلاحی) یہ سب نامعقول اور ناقابلِ قبول ہے۔

الثالث تحقیق ماافاد المحقق

بقوله ان المأموربه مسح لاغیر ان الکتاب العزیز انما امر بقصد الصعید الطیب فالمسح منه وھذا لاتوقف له علی الضرب فضلا عن دخوله فی نفس حقیقته فان من القت الریح الغبار علی عضویه مثلا یتأتی له قصده للمسح منه بامراریده علیه من دون حاجة الی الضرب علی الارض نعم من لایجدہ علی اعضائه یحتاج الی قصدہ من ارض اوجدار وذلك لایقتضی الرکنیة بل ولا الشرطیة فانما الفرض فی التیمم علی الصعید

بحث ۳: حضرت محقق نے جو افادہ فرمایا کہ مامور بہ صرف مسح ہے، اس کی تحقیق یہ ہے کہ قرآن حکیم نے تو یہی حکم دیا ہے کہ پاکیزہ صعید کا قصد کرکے اس سے مسح کرو، یہ کام ضرب پر موقوف نہیں، ضرب کا اس کی حقیقت میں داخل ہونا درکنار۔ اس لیے کہ مثلاً جس کے چہرے اور ہاتھوں پر آندھی سے گرد پڑ گئی اس سے یہ ہوسکتا ہے کہ اسی گرد سے مسح کا قصد کرکے اس پر اپنا ہاتھ پھیر لے اسے زمین پر ضرب کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہاں جس کے اعضاء پر گرد نہ ہو اسے کسی زمین یا دیوار سے مٹی کے قصد کی ضرورت ہے اور یہ بات رکنیت کیا، شرط کی بھی مقتضی نہیں۔ کیونکہ تیمم میں صعید کا

كمثل الاغتراف من الاناء فی الوضوء فمن وقف فی المطر اغناه عن الاغتراف نعم اذا لم يجده الا باخذ وصب احتاج اليه وليس لاحد ان يقول ان الاغتراف من اركان الوضوء او من شرائطه وهذا شئ واضح جدا لا ينبغی الارتياب فيه فلا يحمل كلام الشارع صلی الله تعالیٰ عليه وسلم ولا كلام صاحب المذهب رضی الله تعالیٰ عنه علی خلافه۔

ضرب کی حیثیت وہی ہے جو وضو میں برتن میں چُلّو کے ذریعہ پانی لینے کی ہے، جو بارش میں کھڑا ہوا سے چُلّو لینے کی کوئی ضرورت نہیں بارش ہی کافی ہے۔ ہاں جب ہاتھ سے پانی لئے اور بہائے بغیر وضو نہ ہو پائے تو اس کی ضرورت ہوگی۔ اور یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ چُلّو سے پانی لینا وضو کے ارکان یا شرائط میں داخل ہے۔ یہ چیز بالکل واضح اور روشن ہے جس میں کوئی شک نہیں ہونا چاہیے۔ تو اس کے خلاف کسی بات پر نہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام کو محمول کیا جا سکتا ہے نہ صاحبِ مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلام کو۔

الرابع اتينا علی التاويل فاوله ان الكلام انما جاء علی الغالب المعهود فان من النادر جدا جدا ان الغبار علی العضوين وكذا لم يعهد فی صفة التيمم ادخال الراس فی موضع الغبار او الوقوف فی مثاره وتحريك العضوين وانما المعروف المعهود هو طريقة الضرب وبها وردت الاحاديث القولية والفعلية ولما تمعك عمار رضی الله تعالیٰ عنه قال له النبی صلی الله تعالیٰ عليه وسلم ان كان يكفيك ان تضرب بيديك ثم تنفخ ثم تمسح بهما وجهك وكفيك[1] رواه الستة۔

بحث ۴: اب ہم (کلام شارع اور کلام صاحبِ مذہب کی) تاویل پر آئے تو پہلی بات یہ ہے کہ یہ اکثری اور معروف حالت کے لحاظ سے ہے، اس لئے کہ چہرے اور ہاتھوں پر پڑی ہُوئی گرد ملنا بہت ہی نادر ہے یُوں ہی غبار کی جگہ سر داخل کرنا، یا گرد اُڑنے کی جگہ کھڑا ہونا اور اعضائے تیمم کو حرکت دینا صفتِ تیمم میں معہود و معروف نہیں۔ معروف و معہود وہی ضرب کا طریقہ ہے اسی سے متعلق قولی اور فعلی حدیثیں وارد ہیں۔ جب حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تیمم کے لیے زمین پر لوٹ پوٹ کیا تھا تو ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تمہارے لئے یہ کافی تھا کہ اپنے ہاتھوں سے زمین پر مارتے پھر پھونک دیتے پھر ان سے اپنے چہرے اور ہاتھوں کا مسح کر لیتے۔" یہ حدیث صحاح ستہ میں آئی ہے۔

[1] سنن ابی داود باب التیمم مجتبائی لاہور ۱/۴۷

اقول لکن یرد علیہ ما قدمنا عن ملک العلماء من اجماع ائمتنا الثلثۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم علی رکنیۃ الضربتین و بہ یصعب الامر علی القول الثانی فاذن یفزع الی تاویل المحقق الثانی و سیاتی الکلام علیہ۔

اقول: لیکن اس پر اُس سے اعتراض وارد ہوگا جو ہم نے ملک العلماء سے (تعریف سادس کے بعد) نقل کیا کہ رکنیتِ ضربین پر ہمارے تینوں ائمہ کا اجماع ہے اسی سے دوسرے قول (عدم رکنیت ضرب) پر بھی معاملہ دشوار ہوگا۔ تو اس وقت حضرت محقق کی تاویل ثانی کی طرف رجوع کرنا پڑے گا اور اس پر کلام عنقریب آنے والا ہے۔

الخامس کما سلک المحقق بالحدیث مسلکین ذھب ایضا بتلک الفروع الاٰتیۃ علی خلاف القول الاول مذھبین ولم یتأت فیھا المسلک الاول ان الکلام علی الغالب فان الرکنیۃ توجب اللزوم فجعل المسلک الاول فیھا قصرھا علی القول الثانی اے فتکون تلک الفروع ایضا من ثمرات الخلاف و بہ جزم البحر و تبعہ ش۔

بحث ۵: حضرت محقق نے حدیث کی تاویل میں دو طریقے اختیار کئے ہیں (ایک یہ کہ چوں کہ تیمم اکثر ضربوں ہی کے ذریعہ ہوتا ہے اس لیے یہ احادیث یہاں غالب واکثر کے طور پر آئی ہیں، دوسرا یہ کہ ضرب اس سے عام ہے کہ زمین پر ہو یا عضو پر بطور مسح ہو ۱۲ فتح ۱/۱۱۱) اسی طرح وہ جزئیات جو قول اول (رکنیتِ ضربین) کے برخلاف آئے ہیں ان میں تاویل کے دو طریقے اختیار کئے ہیں (پہلا طریقہ یہ کہ جزئیات صرف ان حضرات کے قول پر ہیں جو ضرب کی عدمِ رکنیت کے قائل ہیں، دوسرا یہ کہ لفظ ضرب سے زمین پر ضرب اور عضو پر مسح دونوں سے اعم معنی مراد ہے) حدیث میں ایک طریقہ تاویل یہ اختیار کیا تھا کہ یہ بلحاظ غالب واکثر ہے وہ تاویل یہاں نہیں ہوسکتی تھی کیونکہ جب ضربوں کو رکنِ تیمم مان لیا گیا تو تیمم کے لیے ضرب کا وجود تولازم ہوگیا کہ رکن کے بغیر شئی کا ثبوت وتحقق ممکن ہی نہیں۔ اس لیے یہاں پہلا طریقہ تاویل یہ رکھا کہ یہ جزئیات صرف ان لوگوں کے قول پر ہیں جو ضرب کی عدمِ رکنیت کے قائل ہیں تو یہ

جزئیات بھی اختلاف مذہبین (رکنیت ضرب وعدم رکنیت) کا ثمرہ ہوں گی (جن کے نزدیک ضرب رکن تیمم نہیں ان کے یہاں جواز تیمم کی وہ صورتیں اور وہ جزئیات ہوں گے اور جن کے یہاں ضرب رکن تیمم ہے ان کے نزدیک ان صورتوں میں تیمم نہ ہوگا) اسی تاویل پر بحر نے جزم کیا ہے اور علامہ شامی نے بھی ان کا اتباع کیا ہے۔ (ت)

اقول فیہ **اولاً** ما اشرت الیہ ان الفروع سیقت فی الکتب جمیعا مساق المتفق علیہ لم یوم احد الی خلاف فیھا۔

اقول: یہ تاویل درست ماننے میں چند اعتراضات لازم آئیں گے **اولاً** وہ جس کی طرف میں نے پہلے اشارہ کیا کہ یہ جزئیات تمام کتابوں میں اس طرح بیان کیے گئے ہیں کہ کسی نے اختلاف کی طرف کوئی اشارہ بھی نہ کیا جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمام حضرات کے نزدیک متفق علیہ ہیں اور یہ صرف بعض کے قول پر نہیں۔

ثانیا[۱] لوکانت مبنیۃ علی القول الثانی لکانت مخالفۃ لاجماع ائمتنا فکیف یسوغ المیل الیھا فضلا عن الجزم بھا من دون اشارۃ اصلا الی خلاف فیھا۔

ثانیا اگر یہ جزئیات قول ثانی (عدم رکنیت ضربین) کی بنیاد پر ہوتے تو ہمارے ائمہ کے اجماع کے خلاف ہوتے۔ پھر ان کی جانب میلان کیونکر روا ہوتا۔ اور ان سے متعلق کسی اختلاف کا کوئی اشارہ کیے بغیر ان پر جزم کرلینا تو بدرجہ اولٰی ناروا ہوتا۔

ثالثا[۲] اکثر تلک الفروع فی الخلاصۃ ومصنفھا الامام طاھر قد صحح القول الاول فکیف یمشی فیھا طرا علی خلاف ماھو الصحیح عندہ بل قد افاد انھا متفق علیھا کما ھو قضیۃ صنیعھم جمیعا ولذا جزم بھا الدر مع تصریحہ

ثالثا ان جزئیات میں سے زیادہ تر خلاصۃ الفتاوٰی میں مذکور ہیں اور خلاصہ کے مصنف امام طاہر قول اوّل (رکنیتِ ضربین) کو صحیح قرار دے چکے ہیں۔ پھر ان تمام جزئیات میں وہ اپنے صحیح مذہب کے خلاف کیسے چلیں گے؟ بلکہ انہوں نے تو یہ بھی افادہ کیا کہ یہ جزئیات متفق علیہ ہیں جیسا کہ دوسرے تمام حضرات کے طرز عمل کا بھی یہی مقتضی ہے اسی لیے درمختار میں ان جزئیات پر جزم کیا حالاں کہ

باحوطیۃ القول الاول وتصحیحہ۔

وہ قول اول (رکنیت) کے احوط اور صحیح ہونے کی تصریح کرچکے ہیں۔

رابعا تقدم عن البدائع اجماع ائمتنا علی رکنیۃ الضربتین وھم المصرحون فی کتاب الصلاۃ بالفرع الثانی وھذا یقطع النزاع۔

رابعا رکنیت ضربین پر ہمارے ائمہ کا اجماع بدائع کے حوالہ سے بیان ہوا مگر اس کے باوجود خود ہی کتاب الصلاۃ میں جزئیہ دوم کی تصریح بھی کررہے ہیں۔ یہ بات فیصلہ کن اور قاطع نزاع ہے (اس سے ثابت ہوجاتا ہے کہ جزئیات عدم رکنیت ماننے والوں کے قول پر مبنی نہیں بلکہ متفق علیہ ہیں)

السادس ما مسلکہ الثانی المشترک فیہ الحدیث وتلک الفروع ان المراد بالضربتین اعم من الضرب علی الارض او علی العضو ففیہ۔

بحث ۶: اب رہی امام محقق کی دوسری تاویل جو حدیث اور مذکورہ جزئیات میں مشترک ہے کہ ضرب سے مراد ضرب علی الارض یا ضرب علی العضو سے اعم ہے۔ تو اس پر چند اعتراضات ہیں:

اولا کما اقول قد حقق المحقق ان حقیقۃ التیمم ھو المسح وان الضرب علی الارض لیس منہا فی شیئ فلا وجہ للتعمیم فی الضرب الرکن بل انما یقال ان المراد بالضربتین ھما المسحتان وحینئذ لا یلائمہ قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ثم قول صاحب المذھب ضربۃ للوجہ وضربۃ للیدین اذ لو ارید ھذا القیل ضربۃ علی الوجہ واخری علی الیدین۔

اولا اقول حضرت محقق خود تحقیق فرماچکے ہیں کہ تیمم کی حقیقت بس مسح ہے۔ اور ضرب علی الارض کا حقیقت تیمم میں کوئی دخل نہیں۔ تو وہ ضرب جو تیمم کا رکن اور اس کی حقیقت میں داخل قرار دی گئی ہے اس کی تعمیم کرکے ضرب علی الارض کو بھی اس کے تحت لانے اور حقیقت تیمم میں داخل کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ بلکہ یوں کہا جائے گا کہ دونوں ضربوں سے مراد دونوں کا مسح (چہرے کا مسح اور ہاتھوں کا مسح) ہے۔ اور اس صورت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد پھر صاحب مذہب کا قول: ضربۃ للوجہ وضربۃ للیدین (ایک ضرب چہرے کے لیے اور ایک ضرب ہاتھوں کے لیے) تاویل مذکور کے مطابق نہ ہوگا اور موافق بھی نہ ہوگا کیونکہ

اگر اس سے یہ مراد ہوتا تو یوں ارشاد ہوتا ضربۃ علی الوجہ واخری علی الیدین (ایک ضرب چہرے پر اور ایک ضرب ہاتھ پر)

وثانیا کما **اقول** ایضا علی ھذا یرتفع الخلاف وتذھب ثمراتہ المذکورۃ عن اٰخرھا والقوم ومنھم المحقق نفسہ علی اثباتھا۔

ثانیا، اقول: اس تاویل کی بنیاد پر ضرب کی رکنیت وعدم رکنیت کا اختلاف ہی اٹھ جائیگا اور اس کے تمام مذکورہ ثمرات بھی باقی نہ رہیں گے حالانکہ علماء جن میں خود حضرت محقق بھی ہیں اس اختلاف اور ثمرات کو ثابت مانتے ہیں۔

وثالثا کما قال البحر انہ لایمشی فی فرعی الخلاصۃ اذ لاضرب فیھا علی الارض ولا علی العضو[1] **اقول** لکن مرجعہ الی مؤاخذۃ علی اللفظ فلوقال المحقق ان المراد بالضربتین المسحتان لم یرد انہ لاضرب ھھنا اصلا۔

ثالثا البحرالرائق کا اعتراض کہ یہ تاویل خلاصہ میں مذکور ان دو جزئیوں میں جاری نہیں ہوسکتی (جن میں غبار کی جگہ اعضائے تیمم کو داخل کرکے بہ نیت تیمم حرکت دے لینے کو کافی قرار دیا ہے) کیونکہ ان میں تو زمین پر ضرب ہے نہ عضو پر۔ **اقول:** مگر اس اعتراض کا مآل صرف لفظ پر گرفت ہے اگر حضرت محقق نے یہ فرمایا ہوتا کہ دونوں ضرب سے مراد دونوں مسح ہے تو یہ اعتراض وارد نہ ہوتا کہ یہاں تو سرے سے ضرب ہی نہیں۔

ورابعا کما ابدی البحر ایضا ان لیس ثمہ مسح ایضا وبہ اخذ الخادمی علی الدرر[3] بل وعلی جلۃ العمائد الغرر کالظھیریۃ والخانیۃ والخلاصۃ وخزانۃ المفتین والجوھرۃ والایضاح والفتح والبحر وابن کمال حتی کتاب الصلاۃ لصاحب صاحب المذھب اذ صرحوا جمیعا

رابعا بحر ہی نے یہ اعتراض بھی ظاہر کیا ہے کہ یہاں (موضع غبار میں تحریک اعضا والی صورت میں) مسح بھی تو نہیں۔ اسی بنیاد پر محشی درر خادمی نے درر پر بلکہ اکثر کتب معتمدہ جیسے ظہیریہ، خانیہ، خلاصہ، خزانۃ المفتین، جوہرہ، ایضاح، فتح القدیر، البحرالرائق اور ابن کمال یہاں تک کہ صاحب مذہب کے شاگرد کی کتاب الصلوٰۃ پر بھی گرفت کی ہے اس لیے کہ جیسا کہ گزر چکا ان تمام حضرات نے تصریح

---

[1] البحرالرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۳۵/۱

کما تقدم بانہ اصاب الغبار وجہہ وذراعیہ لایجوز مالم یمسح بنیۃ التیمم[1] فقال فیہ ما فیہ لما عرفت انفا من الخلاصۃ والبحر (ای من کفایۃ تحریك الاعضاء قال) الا ان یقال المراد من المسح اعم مما ھو حقیقۃ اوحکما فیشمل نحو تحریك الرأس[2] اھ۔

فرمائی ہے کہ "اگرصرف اتنا ہوا کہ چہرے اور ہاتھوں پر غبار پہنچ گیا تو تیمم نہ ہوگا جب تک کہ بہ نیتِ تیمم اس پر ہاتھ نہ پھیرے"۔ خادمی نے کہا: "فیہ ما فیہ۔ اس میں وُہ خامی ہے جو اس میں ہے کیونکہ ابھی خلاصہ اور بحر کے حوالہ سے معلوم ہوا (کہ تحریکِ اعضاء بھی کافی ہے) مگر یہ کہا جائے کہ مسح سے مراد وہ ہے جو حقیقۃً اور حکماً دونوں مسح سے اعم ہے۔ اس طور پر لفظ مسح تحریک سر وغیرہ والی صورت کو بھی شامل ہوجائیگا"۔ اھ۔

واقول اولاً[1] ذھب عنہ ان الخلاصۃ والبحر ایضا من المصرحین بانہ ان لم یمسح لم یجز کما قدمنا عنہما فی الفرعین الاولین والسادس۔

اقول: اولاً خادمی کو یہ خیال نہ رہا کہ خلاصہ اور بحر میں بھی یہ تصریح موجود ہے کہ اگر ہاتھ نہ پھیرا تو تیمم نہ ہوگا جیسا کہ جزئیہ ۱، ۲، ۶ میں ان سے ہم نے نقل کیا ہے۔

وثانیاً[2] لو نظر الی ما صرحوا فیہ بعدم الاجزاء الا بالمسح والخلاصۃ والبحر باجزاء التحریك لعرف الفرق وعلم ان لا اخذ علی الدرر والجلۃ الغرر کما سینکشف لك سر ذلك ان شاء اللہ تعالٰی۔

ثانیاً جس صورت میں حضرات علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ ہاتھ پھیرے بغیر تیمم نہ ہوگا اور جس صورت میں خلاصہ اور بحر نے تحریکِ اعضاء کو کافی قرار دیا ہے دونوں میں اگر فاضل خادمی نے غور کیا ہوتا تو فرق واضح ہوجاتا اور انہیں معلوم ہوتا کہ درر اور کتبِ معتمدہ پر مؤاخذہ کی گنجائش نہیں جیسا عنقریب ان شاء اللہ تعالٰی اس کی حقیقت واضح ہوگی۔

وثالثاً نعود الی البحر

ثالثاً اب ہم بحر کی طرف رجوع کرتے ہیں

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی نوع فیما یجوز بہ التیمم نولکشور لکھنؤ ۱/۳۶

[2] درر شرح الغرر لابی سعید خادمی باب التیمم مطبع عثمانیہ بیروت ۱/۲۸

فاقول علی[1] ھذا یندفع ما اعترف به البحر ایضا انه الحق وھو رکنیة المسح۔

لکنی اقول و[2] برب استعین

انما مسح شئ بشئ امرارہ ھذا علیه وامساسه به روی الطبرانی فی الصغیر عن سلمان الفارسی رضی اللہ تعالی عنه عن النبی صلی اللہ تعالی علیه وسلم تمسحوا بالارض فانھا بکم برۃ[1] قال فی التیسیر بان تباشروھا بالصلاۃ بلا حائل وقیل ارادا التیمم[2] اھ وقال فی النھایة والدر النثیر ومجمع البحار اراد به التیمم وقیل اراد مباشرۃ ترابھا بالجباہ فی السجود من غیر حائل والامر ندب لا ایجاب[3] اھ۔

اقول و[3] ھو ظاھر السوق والتعلیل فکان ھو الاولی کما فعل فی التیسیر وفی ابن اثیر وتلخیصه للسیوطی والمجمع مسحھم مربھم

فاقول اس اعتراض کی بنیاد پر تو رکنیت مسح جس کو خود بحر نے بھی حق مانا ہے مسترد ہو جائے گی۔ مسح بھی رکن تیمم قرار نہ پا سکے گا۔

لکنی اقول و برب استعین

(لیکن میں کہتا ہوں اور اپنے رب ہی سے مدد چاہتا ہوں) ایک شئی کو دوسری شئی سے مسح کرنے کا معنی یہ ہے کہ ایک کو دوسری پر گزار دیا جائے اور اسے اس سے مس کیا جائے۔ طبرانی نے معجم صغیر میں بروایت سلمان فارسی رضی اللہ تعالی عنہ نے نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے روایت کیا ہے: "زمین سے مسح کرو کیونکہ وہ تمہارے ساتھ نیک سلوک کرنیوالی ہے"۔ تیسیر میں فرمایا: اس طرح کہ زمین پر بغیر کسی حائل کے نماز ادا کرتے ہوئے اس سے اپنی جلد کو مس کرو، اور کہا گیا کہ اس حدیث میں مسح زمین سے مراد تیمم ہے اھ نہایہ، دُرِ نثیر اور مجمع البحار میں ہے: "اس سے مراد تیمم ہے۔ اور کہا گیا کہ بغیر کسی حائل کے سجدہ کرتے ہوئے پیشانیوں سے زمین کی مٹی کو استعمال کرنا اور جلد کو اس سے مس کرنا مراد ہے اور یہ امر مندوب ہے واجب نہیں" اھ

اقول: سیاقِ کلام اور تعلیل سے یہی آخری معنی ظاہر ہوتا ہے اس لیے یہی مراد لینا بہتر ہے جیسا کہ تیسیر میں کیا ہے۔ نہایہ ابن اثیر اور تلخیص نہایہ للسیوطی اور مجمع البحار میں ہے: "مسحھم کا معنی ہے

---

[1] المعجم الصغیر — باب من اسمه حملة — دار الکتب العلمیة بیروت — ١/١٤٨

[2] التیسیر جامع صغیر — حرف التاء — مکتبة الامام الشافعی الریاض السعودیة — ١/٤٥٦

مجمع بحار الانوار — تحت لفظ مسح — منشی نولکشور لکھنؤ — ٣/٢٩٦

[3] النھایة لابن اثیر — باب المیم مع السین — المکتبة الاسلامیة بیروت — ٤/٣٢٧

مرا خفیفا لم یقم فیه عندھم[1] اھ

وفی الاخبر حدیث یمسح مناکبنا ای یضع یدہ علیھا لیسویھا[2] اھ ای عند اقامۃ الصفوف

وفی القاموس تماسحا تبایعا فتصافقا[3] اھ وفی التاج ماسحہ صافحہ والتقوا فتماسحوا تصافحوا[4] اھ

وقال المجد ھو یتمسح بہ ای یتبرك بہ لفضلہ[5] فقال التاج کأنہ یتقرب الی اللہ تعالٰی بالدنو منہ ویتمسح بثوبہ ای یمر ثوبہ علی الابدان فیتقرب بہ الی اللہ تعالٰی قیل وبہ سمی المسیح عیسٰی علٰی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام قالہ الازھری[6] اھ

ان کے پاس سے ایسی سبک روی سے گزر گیا کہ ان کے پاس ٹھہرا نہیں۔" مجمع البحار میں ہے: "حدیث میں ہے یمسح مناکبنا، یعنی (صفیں سیدھی کرتے وقت) سرکار ہمارے کاندھوں کو برابر کرنے کے لیے ان پر اپنا ہاتھ رکھتے۔" اھ۔ قاموس میں ہے: "تماسحا تبایعا فتصافقا اھ (تماسحا کا معنی یہ ہے کہ باھم خرید وفروخت کرکے ایک نے دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ مارا) تاج العروس میں ہے:" ماسحہ کا معنی ہے اس سے مصافحہ کیا التقوا فتماسحوا یعنی باہم ملے تو ایک دوسرے سے مصافحہ کیا اھ۔ قاموس میں مجد الدین نے لکھا: "ھو یتمسح بہ ای یتبرك بہ لفضلہ" (وہ اس سے مسح کرتا ہے یعنی اس کی فضیلت کی وجہ سے اس سے برکت حاصل کرتا ہے۔" اس پر تاج العروس میں کہا: "گویا وہ اس کے قرب کے ذریعہ خدا کی نزدیکی حاصل کر رہا ہے۔ اور یتمسح بثوبہ کا معنٰی یہ ہے کہ وہ اس کے کپڑے کو اپنے بدن پر گزار کر اس سے خدا کا قرب حاصل کرنا چاہتا ہے۔ کہا گیا ہے کہ اس وجہ سے حضرت عیسٰی علٰی نبینا وعلیہ الصلٰوۃ والسلام کو مسیح کہا گیا۔ یہ ازہری نے کہا ہے۔" اھ

---

[1] النہایۃ لابن اثیر باب المیم مع السین المکتبۃ الاسلامیہ بیروت ۴/ ۳۲۷
[2] مجمع البحار لفظ مسح نولکشور لکھنؤ ۳/ ۲۹۸
[3] القاموس باب الحاء فصل المیم مصطفی البابی مصر ۱/ ۲۵۸
[4] تاج العروس فصل المیم من باب الحاء احیاء التراث العربی مصر ۲/ ۲۲۶
[5] القاموس المحیط باب الحاء فصل المیم مصطفی البابی مصر ۱/ ۲۵۸
[6] تاج العروس فصل المیم من باب الحاء احیاء التراث العربی مصر ۲/ ۲۲۶

اقول فقول المجد المسح امرار اليد علی الشیئ السائل[۱] لیس السیلان لازمہ ولذا لم یزدہ الراغب فی مفرداتہ وھذا ربنا تبارک وتعالٰی یقول فی الصعید فامسحوا بوجوھکم وایدیکم منہ[۲] ولا الید قیدا فیہ لحدیث تمسحوا[عہ] بالارض فی وضع الجباہ علیھا بلا حائل ولا الامرار بمعنی التحریک علیہ لحدیث یمسح مناکبنا وقد نص ائمتنا ان ضرب الکفین بل وضعھما علی الارض ناویا یطھرھما فلا یمسحھما بعد وسیاتیک بعض نصوصہ ان شاء اللہ تعالٰی وانما امر المولٰی سبحنہ وتعالٰی

اقول: ان تصریحات کی روشنی میں واضح ہوجاتا ہے کہ مجدالدین نے قاموس میں مسح کے معنی میں سیال چیز پر ہاتھ گزارنا جو لکھا ہے اس میں (شیئ کے ساتھ سیال کی قید نہ ہونا چاہئے کیونکہ) سیلان اس مفہوم کے لیے لازم شیئ نہیں۔ اسی لیے مفردات میں امام راغب نے اس قید کا اضافہ نہ کیا۔ قرآن مجید میں باری تعالٰی کا ارشاد ہے: فامسحوا بوجوھکم وایدیکم منہ (اس سے اپنے چہروں اور ہاتھوں کا مسح کرو) اس میں ہاتھ مفہوم مسح کی قید نہیں، کیوں کہ حدیث میں زمین پر بغیر حائل کے پیشانی رکھنے کے لیے بھی لفظ مسح وارد ہے جیسا کہ گزرا تمسحوا بالارض۔ اسی طرح ہاتھ پھیرنا یعنی عضو پر اسے حرکت دینا اور گزارنا یہ بھی مفہوم مسح کی قید نہیں کیونکہ حدیث میں وارد ہے یمسح مناکبنا۔ جبکہ یہاں کاندھوں پر صرف ہاتھ رکھنا ہوتا تھا (جیسا کہ مجمع البحار کے حوالے سے بیان ہوا) اس کا دوسرا ثبوت یہ بھی ہے کہ ہمارے ائمہ کرام نے تصریح فرمائی کہ اگر تیمم کی نیت سے دونوں

[عہ] فی النہایۃ والدر النثیر و مجمع البحار تحت حدیث حماد المعتدۃ فی الجاھلیۃ تاخذ طائرا فتمسح بہ فرجھا ۱۲ منہ غفر لہ (م)

نہایہ، دُرِ نثیر اور مجمع البحار میں حدیثِ حماد کے تحت ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں معتدہ عورت پرندہ پکڑتی تو اسے اپنی شرمگاہ پر لگاتی ۱۲ منہ غفرلہ غفرلہ (ت)

---

[۱] القاموس المحیط باب الحاء فصل المیم مصطفی البابی مصر ۱/۲۸۵

[۲] القرآن ۴/۴۳

بالمسح فلولا ان امساسهما
بالارض مسحهما بها لما اغنی۔

اذا علمت هذا فاعلم ان ههنا
صورتین تعود اوبعا وذلك لانك حین ترید
التیمم اما ان تجد الصعید متصلا
باعضائك اومنفصلا عنها علی الثانی
لك وجهان احدهما ان تمسه کفیك
فتمسح بهما عضویك وذلك هو المعهود
المعروف والوارد فی الاحادیث القولیة
والفعلیة والاٰخر امرارك عضویك علی
الصعید اما صحا من فوقه کما فی الفرع
الحادی عشر للاشل وفی الثالث للصحیح
وهی واقعة سیدنا عمار بن یاسر رضی الله تعالٰی
ولم ینکر علیه النبی صلی الله تعالٰی علیه
وسلم یعنی انه لم ینف طهورہ به وان
ارشد الی ما کان یکفی
الغاء للزائد علی
الحاجة واما ادخالا فی

کف دست ___________

کو زمین پر مارا بلکہ اس نیت سے دونوں کو زمین پر صرف رکھ دیا تو دونوں پاک ہوگئیں بعد میں دونوں ہتھیلیوں کا مسح نہیں کرے گا۔ اس سلسلہ میں کچھ نصوص ان شاء اللہ تعالٰی عنقریب آئیں گے حالانکہ مولائے کریم سبحانہ وتعالٰی نے "مسح" کا حکم دیا ہے اگر زمین سے دونوں ہتھیلیوں کو مَس کرنا ہی ان دونوں کا مسح نہ ہوتا تو بعد میں الگ سے ان کا مسح ضروری ہوتا۔ اور پہلی بار دونوں کا زمین پر مَس کرنا ان دونوں کے مسح سے بے نیاز نہ کرتا۔

یہ سب واضح ہوجانے کے بعد یہ جاننا چاہیے کہ یہاں دو صورتیں ہیں جو چار ہوجاتی ہیں۔ اس لیے کہ جب تیمم کا ارادہ ہو تو اس وقت صعید کو یا تو اپنے اعضائے تیمم سے متصل پائے گا یا منفصل۔ بر تقدیر ثانی دو صورتیں ہیں (۱) صعید سے ہتھیلیاں مس کرکے ہتھیلیوں کو اعضا پر پھیرے۔ یہی صورت معہود و معروف اور قولی وفعلی احادیث میں مذکور ہے ــــ (۲) اعضائے تیمم کو صعید پر گزارے۔ خواہ اس طرح کہ صعید کے اوپر اعضاء کو پھیرے جیسے جزئیہ ۱۱ میں اعضاء شل ہوجانے والے شخص کے لیے بیان ہوا اور جزئیہ ۳ میں تندرست کے لیے ذکر ہوا۔ یہی سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ تعالٰی عنہما کا واقعہ بھی ہے جس پر نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انکار نہ فرمایا یعنی ان کی طہارت کی نفی نہ فرمائی، اگرچہ قدر حاجت سے زائد کو لغو بنانے کے لیے قدر کافی کی ہدایت ورہنمائی فرمائی، خواہ اس طرح کہ اعضائے تیمم کو صعید کے اندر

خلالہ کمن یولج وجہہ وکفیہ فی الرمل بنیۃ التیمم وعلیہ الفرع الرابع عشر او امرارك الصعید علی عضویك كان تاخذ قطعۃ حجر فتمرھا علی وجھك وذراعیك ناویا مستوعبا وبالجملۃ تفعل ما بنفسہ یقع المساس بین الصعید والمحل۔

واقول وھذا الوجہ الاخیر الذی زدتہ وان لم یذکروہ معلوم اجزاؤہ قطعا لوجود امتثال قولہ عزوجل فتیمموا صعیدا طیبا فامسحوا بوجوھکم وایدیکم منہ ھذا کلہ فی الثانی اما الاول اعنی وجدانہ متصلا ففیہ صورتان:

الاولی ان تجدہ علی عضویك فقط لا وراءھما کغبار ساکن وقع علیھما بالقاء ریح کما فی الفرع الاول او بفعل منك کھدم او کنس او کیل او ذر او ضرب بہ او نفض ثوب کما فی الفرع الثانی والسادس والتاسع والعاشر کل ذلك اذا اردت التیمم بما بقی منہ علی عضویك بعد سکونہ او لم یثر غبارا فی الذر بل نزل علی العضو فسکن۔

داخل کرے۔ مثلاً کوئی شخص بہ نیت تیمم اپنے چہرے اور ہاتھوں کو ریت میں داخل کرے، اس پر جزئیہ ۱۴ ہے۔

ب - یا صعید کو اعضاء پر گزارے۔ مثلاً پتھر کا کوئی ٹکڑا لے کر بہ نیت تیمم چہرے اور ہاتھوں پر پورے طور سے پھیر لے۔ مختصر یہ کہ ایسا فعل ہو کر خود اسی فعل سے صعید اور اعضائے تیمم باہم مَس ہو جائیں۔

اقول: یہ آخری صورت جس کا میں نے اضافہ کیا اگرچہ اسے علماء نے ذکر نہیں کیا مگر اس کا جوازِ تیمم کے لیے کافی ہونا قطعی طور پر معلوم ہے اس لیے کہ ارشادِ باری عزّوجلّ "تو پاک صعید کا قصد کرکے اس سے اپنے چہروں اور ہاتھوں کا مسح کرو" کی بجاآوری پائی جاتی ہے۔ یہ کلام بر تقدیر ثانی تھا۔ اب پہلی تقدیر لیجئے یعنی صعید کو اعضائے متصل پانا۔ اس میں دو صورتیں ہیں:

(۱) تیمم کرنے والا صرف چہرے اور ہاتھوں پر صعید پائے اور کسی عضو پر نہ پائے مثلاً دونوں عضووں پر غبار ہوا کے اڑا کر ڈال دینے سے پڑا ہو، جیسا کہ جزئیہ ۱ میں ہے یا خود متیمم کے کسی فعل سے ان اعضاء پر گرد آئی ہو جیسے دیوار گرانا، جھاڑو دینا، غلہ ناپنا یا مٹی چھڑکنا یا اس پر ہاتھ مارنا، یا غبار آلود کپڑا جھاڑنا، ایسا کوئی فعل جس کے باعث گرد آکر اعضائے تیمم پر بیٹھ گئی جیسا کہ جزئیہ ۲، ۶، ۹، ۱۰ میں ہے ان ساری صورتوں میں یہ ہو کہ جب گرد اعضاء پر بیٹھ گئی اس کے بعد اعضائے تیمم پر بیٹھی ہوئی گرد سے تیمم کا ارادہ کیا، یا چھڑکنے کی صورت میں غبار نہ اڑایا بلکہ جو مٹی چھڑکی وہ عضو پر گر کر بیٹھ گئی۔

والثانية ان تجد له ثخنا كثيرا حول اعضائك كأن تكون مختبيا فی رمل او یهجم غبار بهبوب ریح او اثارة منك بهدم وغيره ولو بذر مثیر فتجد غبارا ثائرا مرتفعا غير منقطع احاط بعضويك فتريد التيمم به قبل سكونه كما فی الفرع الخامس ومنه السابع والثامن۔

(۲) متیمم اپنے اعضاء کے گرد صعید کی کافی دبازت پائے مثلاً ریت میں چھپا ہوا ہو، یا آندھی چلنے، یا دیوار گرانے وغیرہ سے خواہ غبار انگیز چھڑکاؤ ہی کی وجہ سے غبار کی وافر مقدار ہوگئی ہے جس کے باعث اپنے اعضاء کے گرد نہ ختم ہونے والا بلند اڑتا ہوا غبار پا رہا ہے اور چاہتا ہے کہ اس کے ٹھہرنے سے پہلے اس سے تیمم کرلے۔ جیسا کہ جزئیہ ۵ میں ہے۔ اسی سے متعلق جزئیہ ۷، ۸ بھی ہے۔

ففی هاتین وان وجد الاتصال بین الصعید والعضوین لکن لیس بفعلك للتیمم بل اما لا فعل لك فیه کما فی القاء الریح وارتفاع الغبار بانهدام الجدار اوکان فعلك فی تحریکه ثم وصوله الی عضویك بطبعه کما فی الهدم والکنس والکیل والذر وضرب الید ونفض الثوب او وصل بفعلك لا للتیمم کما فی صورة الاختباء والشرط وجود فعل ناو یقع بنفسه امساس العضوین بالصعید۔

ان دونوں صورتوں میں اگرچہ صعید اور اعضاء کے درمیان اتصال پایا گیا لیکن یہ اتصال تیمم کے لیے متیمم سے ہونے والے فعل کے ذریعہ نہ ہوا بلکہ اس میں یا تو متیمم کا سرے سے کوئی فعل ہی نہیں، جیسے اس صورت میں کہ آندھی نے اعضاء پر غبار ڈال دیا، یا دیوار گرنے سے غبار اٹھا، یا متیمم کا فعل تو ہوا لیکن یہ فعل صرف اتنا تھا کہ غبار کو حرکت دی، برانگیختہ کیا، پھر اعضاء تک غبار کا پہنچنا خود غبار کی فطرت و طبیعت کے تحت پایا گیا، جیسے اس صورت میں کہ متیمم نے دیوار گرائی، جھاڑو دیا، غلّہ ناپا، مٹی چھڑکی، غبار پر ہاتھ مارا، کپڑا جھاڑا، یا غبار متیمم کے فعل ہی سے پہنچا لیکن یہ فعل تیمم کے لیے نہ تھا جیسے اس صورت میں کہ متیمم ریت میں چھپا ہوا تھا۔ اور شرط یہ ہے کہ بہ نیتِ تیمم ایسا فعل پایا جائے کہ خود اسی فعل سے اعضاء کو صعید سے مس کرنا متحقق ہو۔

ففی الصورة الثانیة حیث ان للصعید ثخنا حول اعضائك یکفیك

دوسری صورت میں چونکہ اعضائے متیمم کے گرد صعید کی دبازت موجود ہے اس لیے بہ نیتِ تیمم

24

تحریک عضویك بنیة التیمم
لانه یقع به الاتصال والامساس
بغیر ما اتصل اولا فیحصل الفعل
المقصود وھذا ما فی الخلاصة و
البحر فی الفرع الخامس۔

لکن فی الصورة الاولٰی لا تجد
صعیدا وراء عضویك فمھما حرکتھما
لم یحصل امساس بشیئ جدید
فلا یکفی ولا بد من ان تمر یدك
علیه ناویا فیقع امساس لم یکن
وھذا ما فی الفتح والبحر
والظھیریة والھندیة فی الفرع
الاول والخلاصة والدرر والبزازیة
وابن کمال وکتاب الصلاة فی
الفرع الثانی والخانیة والخلاصة
والخزانة والایضاح والجوھرة فی
الفرع السادس والمحیط والھندیة فی
الفرعین التاسع والعاشر فذھب
القلق واسفر الفلق وللّٰه الحمد و
ظھر بھذا التقریر المنیر **فوائد مھمة
نفعھا غزیر۔**

منھا انه لا خلف بین اکتفاء
الخلاصة والبحر بالتحریك واشتراط
الدرر والحلیة الغرر
المسح کما توھم الفاضل الخادمی

اس کا اپنے چہرے اور ہاتھوں کو حرکت دے لینا ہی
کافی ہے کیونکہ پہلے جس سے اتصال تھا اس کے علاوہ
فعل (فعل تحریک) کی وجہ سے صعید سے اتصال اور
مس کرنا پایا جاتا ہے تو فعل مقصود کا حصول ہوجاتا ہے۔
یہی صورت جزئیہ ۵ کے تحت خلاصہ اور بحر میں ہے۔

لیکن پہلی صورت میں چونکہ اعضائے متیمم کے
گرد صعید موجود نہیں ہے اس لیے اگر وہ چہرے اور
ہاتھوں کو حرکت دے تو کسی نئی چیز سے مس کرنا حاصل
نہ ہوگا اس لیے یہاں تحریک اعضائے تیمم کے لیے
کفایت نہیں کرسکتی۔ ضروری ہے کہ بہ نیتِ تیمم
صعید پر ہاتھ پھیرے کہ اعضاء کو صعید سے مس
کرنے کا عمل حاصل ہو جو پہلے حاصل نہ تھا۔ یہی صورت
جزئیہ ۱ کے تحت فتح القدیر، بحرالرائق، ظہیریہ اور ہندیہ میں ہے اور
جزئیہ ۲ کے تحت خلاصہ، درر، بزازیہ، ابن کمال اور
کتاب الصلاۃ میں ہے اور جزئیہ ۶ کے تحت خانیہ،
خلاصہ، خزانہ، ایضاح اور جوہرہ میں ہے۔ اور
جزئیہ ۹، ۱۰ کے تحت محیط اور ہندیہ میں ہے۔ اس
تفصیل وتحقیق سے اضطراب دور ہوگیا، اور صبح کا
جمال روشن ہوگیا وللہ الحمد۔ اور اس تقریر منیر سے
چند اہم **فوائد** بھی ظاہر ہوئے جو بہت نفع بخش
ہیں، کچھ فوائد کا بیان درج ذیل ہے:

ف ۱: خلاصہ اور بحر نے صرف تحریک اعضاء
کے ذکر پر اکتفاء کیا مگر درر اور دیگر کتب معتمدہ
نے مسح کی شرط لگائی دونوں میں کوئی اختلاف و
تعارض نہیں جیسا کہ فاضل خادمی کو وہم ہوا اس لئے

فالاول فی الغبار المرتفع والثانی فی المنقطع۔

اوّل اس صورت میں ہے جب اعضاء کے گرد اٹھا ہوا غبار موجود ہو اور ثانی اس صورت میں ہے جب غبار منقطع ہوچکا ہو۔

ومنہا ان لیس المسح فی مسألۃ الدرر فی الفرع الثانی بمعنی یشمل التحریک کما زعم الفاضل فان التحریک لایکفی فیہ بل لابد من امرار الید۔

ف ۲ : جزئیہ ۲ کے تحت ذکر شدہ مسئلہ درر میں مسح کا ایسا کوئی معنی مراد نہیں جو تحریکِ اعضاء کو بھی شامل ہو جیسا کہ فاضل موصوف نے خیال کیا۔ اس میں تحریک تو کافی ہو ہی نہیں سکتی بلکہ اعضاء پر ہاتھ پھیرنا ضروری ہے۔

ومنہا ان لا تہافت بین کلام الخلاصۃ فی الفرع الخامس وکلامہ فی الثانی والسادس لعین مامر فی الدرر۔

ف ۳ : جزئیہ ۵ کے تحت ذکر شدہ عبارتِ خلاصہ اور جزئیہ ۲ و ۶ کے تحت مذکورہ عبارتِ خلاصہ کے درمیان کوئی تعارض نہیں۔ وجہ وہی ہے جو عبارتِ درر کی توضیح میں ابھی بیان ہوئی۔

ومنہا مثلہ للبحر فی الخامس والاول۔

ف ۴ : یہی حال جزئیہ ۵ اور جزئیہ ۱ کے تحت بحر کی مذکورہ عبارتوں کا ہے۔

ومنہا ان الذر فی الفرع السادس مالا یثیر نقعا وترید التیمم بعد ما وقع وسکن فلذا شرطوا المسح وفی الفرع السابع ما یثیر وترید التیمم وھو مرتفع فاکتفی البزازی بتحریک المحل لما علمت ان التحریک لاینفع بعد السکون۔

ف ۵ : جزئیہ ۶ کے تحت اعضاء پر مٹی چھڑکنے کا جو ذکر ہے اس سے ایسا چھڑکنا مراد ہے جس سے غبار نہ اڑتا ہو اور مٹی اعضاء پر گر کر بیٹھ گئی اس کے بعد تیمم کا ارادہ کیا۔ اسی لیے اس میں مسح کی شرط ہے۔ اور جزئیہ ۷ کے تحت ایسا چھڑکنا مراد ہے جس سے غبار اٹھتا ہو اور غبار بلند ہونے کی حالت میں ہی تیمم کا ارادہ ہو اسی لیے بزازی نے اعضائے تیمم کو اس غبار میں حرکت دے لینے پر ہی اکتفا کیا۔ یہ اس لیے کہ معلوم ہے غبار بیٹھ جانے کے بعد تحریکِ اعضائے کوئی فائدہ نہیں۔

ومنہا ان القیام فی مھب الریح

ف ۶ : آندھی کے رُخ پر کھڑا ہونا اگر اس صورت

ان كان بحيث هبت فاثارت نقعا احاط بك فاردت التيمم حين هو مرتفع كفاك التحريك وهو المراد للبزازية في الفرع الثامن وان اردت بعد ما سكن لزمك امرار اليد وهو المراد للخلاصة في الفرع الثاني۔

میں ہو کر آندھی چلی جس سے اس قدر غبار اٹھا کہ اس نے ہر طرف سے آدمی کو گھیر لیا اب اس نے غبار بلند رہنے ہی کی حالت میں تیمم کا ارادہ کیا تو اس وقت اعضائے تیمم کو اس بلند غبار میں حرکت دے لینا ہی کافی ہے۔ جزئیہ ۸ کے تحت یہی بزازیہ کی مراد ہے۔ اور اگر غبار بیٹھ جانے کے بعد تیمم کا ارادہ کیا تو اعضاء پر بیٹھے ہوئے غبار پر ہاتھ پھیرنا ضروری ہے۔ جزئیہ ۲ کے تحت خلاصہ کی یہی مراد ہے۔

ومنها ان ادخال المحل في موضع الصعيد ترابا كان اورملا اوغبارا اذا كان بنية التيمم كفى لحصول الامساس بفعلك وهو فرع الخلاصة الرابع وان كان لا بالنية واردت التيمم لزمك التحريك وهو فرع البزازية الثامن فالادخال في الخلاصة مع النية ولذا لم يزد شيئا وفي البزازية بدونها ولذا زاد التحريك۔

ف ۷: اعضائے تیمم کو صعید کی جگہ داخل کرنا۔ صعید خواہ مٹی ہو یا ریت یا غبار۔ جب بہ نیتِ تیمم ہو تو یہی کافی ہے کیونکہ نیت کے ساتھ اعضاء کو صعید سے مس کرنے کا عمل حاصل ہوگیا۔ خلاصہ میں ذکر شدہ جزئیہ ۴ یہی ہے۔ اور اگر اعضائے تیمم کو داخل کرنا نیت کے بغیر ہوا پھر تیمم کا ارادہ کیا تو اعضا کو حرکت دینا ضروری ہے۔ یہ بزازیہ میں مذکورہ جزئیہ ۸ ہے۔ تو خلاصہ میں جو داخل کرنا مذکور ہے وہ بہ نیتِ تیمم داخل کرنا ہے اسی لیے اس پر کسی اور عمل کا اضافہ نہ بتایا۔ اور بزازیہ میں جو داخل کرنا بیان ہوا وہ بلا نیتِ تیمم داخل کرنا ہے۔ اسی لیے اس میں قیدِ تحریک کا اضافہ کیا۔

وبالجملة اذا هبت ريح فاثارت غبارا فذهبت اليه ودخلته ناويا كان من الفرع الرابع اوغير ناو والغبار مرتفع كان من الثامن او اردت

حاصلِ کلام یہ کہ جب آندھی چلے جس سے غبار اٹھے اس اڑتے ہوئے غبار کے پاس جاکر تیمم کی نیت سے اس میں داخل ہو جائے تو یہ صورت جزئیہ ۴ کے تحت آئیگی۔ اور بغیر نیت داخل ہوگیا اور غبار ابھی بلند ہے تو جزئیہ ۸ کی صورت ہوگی۔

بعد ما سکن کان من الثانی واذا قمت فی جهة المهب حتی اتاك الغبار واحاط بك لم یکفك مطلقا وان کان وقوفك ھذا بنیة التیمم لان الوصول من جھة الغبار لا من قبلك فان کان بعد مرتفعا فحرکت اعضائك نا ویا کان من الفرع الثامن وان وقع وسکن فاردت کان من الفرع الثانی۔

وبوجه اخصر اما ان تذھب الی الغبار فتدخل فیه اعضائك ناویا اوغیرنا واویأتیك علی الاول تم التیمم وعلی الاخرین کفی التحریك ان کان مرتفعا ولزم امرار الید ان وقع وسکن۔

ومنھا ان التحریك والادخال کل ذلك مسح کما علمت فلا اخذ علی المحقق کما زعم البحر۔

ومنھا ان مراد الخلاصة فی

اور غبار بیٹھ جانے کے بعد اعضاء پر پڑے ہوئے غبار سے تیمم کا ارادہ کیا تو جزئیہ ۲ کی صورت ہوگی۔ اور اگر آندھی کے رُخ پر کھڑا ہوگیا پھر غبار آکر محیط ہوگیا تو اس قدر مطلقاً کافی نہیں اگرچہ یہ ٹھہرنا تیمم ہی کی نیّت سے ہُوا ہو۔ اس لیے کہ پہنچنے کا عمل غبار کی جانب سے ہوا متیمم سے نہ ہوا۔ اب اگر غبار ابھی بلند ہے اس میں اپنے اعضا کو بہ نیتِ تیمم حرکت دے لی تو جزئیہ ۸ کی صورت ہوگی۔ اور غبار جسم پر پڑگیا اور بیٹھ گیا پھر تیمم کا ارادہ کیا تو یہ صورت جزئیہ ۲ کے تحت آئے گی۔

اور زیادہ مختصر طور پر یُوں کہا جائے گا کہ تین صورتیں ہیں:

(۱) متیمم غبار کے پاس جاکر تیمم کی نیت سے اس میں اپنے اعضائے تیمم داخل کرے۔

(۲) بلا نیّت اعضا کو داخل کرے۔

(۳) غبار خود متیمم تک پہنچے۔

پہلی صورت میں اتنے ہی عمل سے تیمم مکمل ہوگیا۔ آخری دو صورتوں میں اگر غبار اب بھی بلند ہے تو اعضاء کو حرکت دے لینا کافی ہے۔ اور اگر غبار اعضاء پر پڑگیا اور بیٹھ گیا تو ہاتھ پھیرنا ضروری ہے۔

ف ۸ : مختلف صورتوں کی تفصیل کے ذیل میں معلوم ہُوا کہ غبار میں اعضاء کو حرکت دینا بھی مسح ہے اور اس میں داخل کرنا بھی مسح ہے۔ تو بحر نے محقق علی الاطلاق پر جو اعتراض کیا وہ ساقط ہے۔

ف ۹ : خلاصہ نے جو کہا کہ "شرط یہ ہے کہ خود

قولہ ان الشرط وجود الفعل منہ هو المسح عینا لامایعمہ وغیرہ کما زعم ایضا۔

ومنھا ان المسح ھو رکن التیمم لاغیر بہ یتقوم ولا تصور لہ بدونہ کما قال المحقق انہ الحق ھکذا ینبغی ان تفھم کلمات العلماء کرام۔ والحمدللہ ولی الانعام۔ ذی الجلال والاکرام۔ وافضل الصلاۃ واکمل السلام۔ علی سید الانام۔ والہ وصحبہ علی مرالليالی والایام۔ آمین۔

السابع لا وجہ یظھر لکفایۃ النیۃ بعد الضرب کیف وان التراب فی اصلہ ملوث وانما جعل مطھرا بالنیۃ تفضلا من المولی سبحنہ وتعالی قال الامام الجلیل ابو البرکات فی الکافی قال زفر النیۃ لیست بشرط فیہ کالوضوء لانہ خلفہ فلا یخالفہ ولنا ان التراب ملوث بذاتہ وانما صار مطھرا اذا نوی

متیمم سے فعل کا وجود ہو" اس فعل سے ان کی مراد بعینہٖ مسح ہے ایسا کوئی فعل مراد نہیں جو مسح اور غیر مسح کو عام ہو جیسا کہ بحر کا خیال ہے۔

ف ۱۰: مسح ہی رکنِ تیمم ہے، کچھ اور نہیں۔ اسی سے تیمم کی حقیقت وجود میں آتی ہے اور اس کے بغیر تیمم متصور بھی نہیں ہو سکتا، جیسا کہ حضرت محقق نے فرمایا کہ "یہی حق ہے"۔ اسی طرح علمائے کرام کے کلمات کو سمجھنا چاہئے۔ اور ساری خوبیاں خدا کے لیے جو احسان کا مالک، اور عزت و بزرگی والا ہے۔ اور بہتر درود، کامل تر سلام ہو سیدِ انام اور ان کی آل و اصحاب پر جب تک روز و شب کی گردش جاری رہے۔ آمین!

بحث ۷: (ضربوں کے رکنِ تیمم ہونے اور نہ ہونے کا ایک ثمرۂ اختلاف یہ بتایا گیا کہ بعد ضرب اگر نیتِ تیمم کی تو یہ نیت عدمِ رکنیت والے قول پر کافی ہوگی یہاں اولاً مصنف کی تحقیق یہ ہے کہ کسی قول پر بھی مذکور نیت کے کافی ہونے کی کوئی وجہ نہیں، آخراً اس نیت کے کافی ہونے اور کافی نہ ہونے سے متعلق جو دو قول ملتے ہیں ان میں تطبیق کی ایک صورت بھی ذکر کی ہے ۱۲ م۔ الف) جنس زمین پر ہاتھ مارنے کے بعد تیمم کی نیت کی جائے تو اس نیت کے کافی ہونے کی کوئی وجہ مجھ میں نہیں آتی اور یہ بھلا کیونکر کافی ہوگی جبکہ مٹی در اصل آلودہ کرنے والی چیز ہے اور مولیٰ سبحنہ و تعالیٰ کے فضل و کرم سے نیت ہی کی وجہ سے اسے مُطَہِّر (پاک کرنیوالی) قرار دیا گیا ہے۔ امام جلیل ابوالبرکات نسفی کافی میں

قربة مخصوصة والماء خلق مطهرا فاذا استعمله فی المحل النجس طهره والکان نجسا حکما والخلف قد یفارق الاصل لاختلاف حالهما الا تری ان الوضوء یحصل باربعة اعضاء بخلاف التیمم وسن التکرار فی[1] الاصل دون الخلف[1] اھ

رقمطراز ہیں: امام زفر کا قول ہے کہ وضو کی طرح تیمم میں بھی نیت شرط نہیں۔ اس لیے کہ تیمم وضو کا خلیفہ و نائب ہے تو اس کے برخلاف نہ ہوگا۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ مٹی بذاتِ خود آلودہ کرنے والی چیز ہے اور مطہر صرف اس وقت ہے جب قربتِ مخصوصہ کی نیت ہو۔ اور پانی تو مطہر ہی پیدا کیا گیا ہے۔ وہ جب نجس جگہ استعمال ہوگا تو اسے پاک کر دے گا اگرچہ وہ جگہ حکماً نجس ہو۔ اور نائب کبھی اصل سے الگ اور اس کے برخلاف ہوتا ہے جب کہ دونوں کی حالت مختلف ہو۔ دیکھیے وضو چار اعضا میں ہوتا ہے اور تیمم میں ایسا نہیں۔ اسی طرح اصل یعنی وضو میں تکرار مسنون ہے اور نائب یعنی تیمم میں تکرار نہیں۔ اھ

وقد نصوا ان[2] الضرب المعتبر فی التیمم یطهر الکفین فلا تمسحان بعده ومعلوم ان لا تطهیر الا بالنیة ولو[3] کان الضرب بدون النیة کافیا فی التیمم وجب تقیید المسألة به وهم انما یرسلونه ارسالا ففی شرح الجامع الصغیر للامام قاضی خان ثم الحلیة وجامع الرموز وفی جامع المضمرات ثم الهندیة ثم ط ثم ش هل یمسح الکف الصحیح انه لا یمسح وضرب الکف یکفی[2] اھ

علما نے تصریح فرمائی ہے کہ تیمم میں معتبر ضرب یعنی دونوں ہاتھوں کو زمین پر مارنا ہتھیلیوں کو پاک کر دیتا ہے اس لیے اس ضرب کے بعد ہتھیلیوں کا مسح نہیں کیا جائے گا۔ اور یہ معلوم ہے کہ تطہیر بغیر نیت کے نہیں ہو سکتی، اگر بلا نیت ضرب تیمم میں کافی ہوتی تو مسئلہ کو اس سے مقید کرنا ضروری ہوتا، حالاں کہ علما اسے مطلق ذکر فرماتے ہیں۔ امام قاضی خان کی شرح جامع صغیر، پھر حلیہ و جامع الرموز میں اور جامع المضمرات پھر ہندیہ پھر طحطاوی پھر شامی میں ہے کیا ہتھیلی پر بھی مسح کریگا؟ صحیح یہ ہے کہ اس پر مسح نہ کرے گا اور ہتھیلیوں کو زمین پر مارنا ہی کافی ہے اھ۔

---

[1] کافی

[2] فتاوی ہندیہ الباب الرابع فی التیمم پشاور ۱/۲۶

وفی الحلیۃ عن الذخیرۃ لم یذکر محمد انہ یضرب علی الارض ظاہر کفیہ او باطنہما واشار[1] الی انہ یضرب باطنہما فانہ قال فی الکتاب

حلیہ میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ امام محمد نے ذکر نہ فرمایا کہ زمین پر ہتھیلیوں کی پشت سے مارے گا یا پیٹ سے۔ انہوں نے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ باطنِ کف سے مارے گا۔ انہوں نے کتاب میں یوں فرمایا ہے

علہ وفی الدر سننہ ثمانیۃ الضرب بباطن کفیہ[1] الخ وفی ش عن الذخیرۃ[2] الاصح انہ یضرب باطنہما وظاہرہما علی الارض[2] اھ ای فالسنۃ الضرب بہما معًا ولذا قال فیما زاد من السنن یزاد الضرب بظاہر الکفین ایضا کما علمت تصحیحہ[3] اھ

درمختار میں ہے: تیمم کی سنتیں آٹھ ہیں، باطنِ کف سے زمین پر مارنا الخ۔ شامی میں ذخیرہ کے حوالے سے ہے: اصح یہ ہے کہ ہتھیلیوں کے باطن اور ظاہر دونوں ہی کو زمین پر مارے اھ۔ تو سنّت یہ ہے کہ ظاہر و باطن دونوں سے زمین پر مارے۔ اسی لیے علامہ شامی نے درمختار کے بیان پر جن سنتوں کا اضافہ کیا ہے اس میں یہ بھی فرمایا ہے: دونوں ہتھیلیوں کے ظاہر سے بھی زمین پر مارنا سنّتِ تیمم میں اسے زیادہ کرلیا جائے۔ جیسا کہ تمہیں معلوم ہوچکا ہے کہ یہی صحیح ہے۔

اقول وکیفما کان لیس الضرب بباطنہا الا سنۃ فما وقع فی نور الایضاح ومراقی الفلاح السادس من الشروط ان یکون بضربتین بباطن الکفین[4] اھ غیر مسلم وقد قال فی النہر غیر خاف ان الجواز حاصل بایہما کان نعم الضرب بالباطن سنۃ[5] اھ کما فی المنحۃ عنہ والعجب[3] ان لم ینبہ علیہ ناظروہ کالسیدین الازہری والطحطاوی ۱۲ منہ غفرلہ (م)

اقول: جیسے بھی ہو مگر باطنِ کف سے زمین پر مارنا سنّت ہی ہے (شرط نہیں) تو نور الایضاح اور مراقی الفلاح میں جو درج ہے کہ "چھٹی شرط یہ ہے کہ تیمم دونوں ہتھیلیوں کے باطن سے دو ضربوں سے ہو" اھ یہ قابلِ تسلیم نہیں۔ النہر الفائق میں ہے: یہ بات ظاہر ہے کہ باطن کف سے زمین پر مارے یا ظاہر کف سے مارے تیمم دونوں ہی صورت میں ہوجائے گا ہاں باطن کف سے مارنا سنّت ہے اھ جیسا کہ منحۃ الخالق میں نہر سے نقل ہے۔ مگر تعجب ہے نور الایضاح پر سید ازہری اور سید طحطاوی جیسے نظر فرمانے والے حضرات نے اس کی اس خطا پر تنبیہ نہ کی ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] و[2] و[3] رد المحتار مع درمختار، باب التیمم ۱/۱۵۵-۱۵۴ [4] مراقی الفلاح مع الطحطاوی، باب التیمم ص ۶۹ [5] منحۃ الخالق علی البحر الرائق ۱/۱۴۶

لو ترک المسح علی ظاھر کفیہ لایجوز وانما یکون تارکا للمسح علی ظاھر کفیہ اذا ضرب باطن کفیہ علی الارض[1] اھ فقد افاد[ف1] ان لو کان الضرب بظاھرھما کان مسحا لظاھرھما۔

کہ اگر ظاہر کف (پشتِ کفِ دست) پر مسح ترک کردیا تو جائز نہیں۔ اور ظاہر کف پر مسح ترک کرنے والا اس وقت قرار پائے گا جب زمین پر باطنِ کف مارا ہو اھ اس عبارت سے امام محمد نے یہ افادہ فرمایا کہ اگر ظاہر کف سے زمین پر مارا ہو تو یہی مارنا ظاہر کف کا مسح بھی ہوگیا۔

اقول والظاھر[ف2] ان قولھم لایمسح علی ظاھرہ للنھی لا بمعنی انہ لاحاجۃ الیہ کما قد یتوھم من قول التبیین لایجب فی الصحیح مسح باطن الکف لان ضربھما علی الارض یکفی[2] اھ وتبعہ البحر فی ھذا التعبیر وذلک لانہ اذا حصل مسحھما مرۃ بالضرب کما افاد فی الخانیۃ بقولہ لانہ مسح مرۃ حیث ضرب یدیہ علی الارض[3] اھ والتکرار لیس فی التیمم کما قدمنا انفا عن الکافی فتکون اعادتہ عبثا فیکرہ کما قال فی البحر ان[ف3] التیمم علی التیمم

اقول: ظاہر یہ ہے کہ علماء کا قول "لایمسح علی ظاہرہ" (ظاہر کف پر مسح نہیں کرے گا) نہی کیلئے ہے، یہ معنی نہیں کہ پشتِ دست پر مسح کی حاجت نہیں (مگر کرلیا تو کوئی کراہت بھی نہیں) جیسا کہ تبیین کی اس عبارت سے وہم ہوتا ہے: "صحیح مذہب میں باطنِ کف کا مسح واجب نہیں اس لئے کہ زمین پر اس کا مارنا ہی کافی ہے" اھ۔ اس تعبیر میں بحر نے بھی تبیین کی پیروی کی ہے لایمسح نہی کیلئے اس لیے ہے کہ ضرب کے ذریعہ جب ایک بار ہتھیلیوں کا مسح کرلیا۔ جیسا کہ خانیہ میں فرمایا ہے کہ "اس لیے کہ اس نے جب زمین پر ہاتھوں کو مارا تو ایک بار مسح کرلیا" اھ۔ اور تیمم میں تکرار مسنون نہیں جیسا کہ ابھی ہم کافی کے حوالے سے بیان کرآئے۔ تو دوبارہ ان کا مسح کرنا عبث ہوگا اس لیے مکروہ ہوگا جیسا کہ البحر الرائق میں فرمایا ہے کہ "تیمم پر تیمم کوئی

---

[1] بحر الرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴۶
[2] تبیین الحقائق باب التیمم بولاق مصر ۱/۳۸
[3] فتاوٰی قاضی خان باب التیمم نولکشور لکھنؤ ۱/۲۵

ليس بقربة كذا في القنية وظاهره انه ليس بمكروه وينبغي كراهته لكونه عبثا[1] اھ۔

بل قال القهستاني لا يكرر المسح فانه مكروه بالاجماع كما في الكشف[2] اھ ولاجل هذا ذكر عامتهم في كيفية التيمم مسح ظاهر الذراعين من رؤس الاصابع الى المرافق وباطنهما من المرافق الى الرسغ كما في البدائع والجوهرة والعناية في محيط السرخسي ثم الهندية و في التحفة والمحيط الرضوي وزاد الفقهاء فالحلية فرد المحتار۔

وايده في الحلية بما في رواية للبخاري واخرى لمسلم في حديث عمار رضي الله تعالٰى عنه من مسحه صلى الله تعالٰى عليه وسلم بعد الضرب ظهر كفيه فيترجح على ما في الكافي ينبغي ان يضع بطن كفه اليسرى على ظهر كفه اليمنى ويمسح بثلاثة اصابع اصغرها ظاهر يده اليمنى الى المرافق ثم يمسح باطنه بالابهام و المسبحة الى رؤس الاصابع

قربت نہیں۔ ایسا ہی قنیہ میں ہے۔ اس عبارت کا ظاہر یہ ہے کہ تیمم پر تیمم مکروہ نہیں، مگر اسے مکروہ ہونا چاہئے، اس لیے کہ یہ عبث ہے اھ۔

بلکہ قہستانی نے لکھا ہے کہ "مسح کی تکرار نہ کی جائیگی اس لیے کہ یہ بالاجماع مکروہ ہے جیسا کہ کشف میں ذکر ہے" اھ۔ اسی لیے عامہ علماء نے تیمم کا طریقہ یہ بتایا ہے کہ کلائیوں کے اوپری حصہ کا، انگلیوں کے سرے سے کہنیوں تک مسح کرے اور اندرونی حصے کا کہنیوں سے گٹے تک مسح کرے۔ جیسا کہ بدائع، جوہرہ، عنایہ میں اور محیط سرخسی پھر ہندیہ میں، اور تحفہ، محیط رضوی، زاد الفقہاء پھر حلیہ پھر ردالمحتار میں ہے۔

اور حلیہ میں اس کی تائید میں حدیث عمار رضی اللہ تعالٰی عنہ سے متعلق بخاری کی ایک روایت اور مسلم کی ایک دوسری روایت پیش کی ہے جس میں یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر ہتھیلیاں مارنے کے بعد پشتِ کفِ دست پر مسح فرمایا۔ تو اسے اس پر ترجیح ہوگی جو کافی میں ہے کہ: "یہ چاہئے کہ اپنی بائیں ہتھیلی کا پیٹ داہنی ہتھیلی کی پشت پر رکھے اور تین چھوٹی انگلیوں سے اپنے داہنے ہاتھ کی پشت کا کہنیوں تک مسح کرے۔ پھر پیٹ کی جانب کا انگوٹھے اور شہادت کی انگلی سے انگلیوں کے سروں

[1] بحر الرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴۹

[2] جامع الرموز فصل فی التیمم مطبعۃ کریمیہ قزان ۱/۶۸

ثم یفعل بالید الیسری کذلک[1] اھ ونقل مثلہ القہستانی عن المحیط ثم استدرك علیہ بما فی جامع الامام القاضی ان الکف لایمسح علی الصحیح[2] اھ کما قدمنا والذی فی البحر[عہ1] عن المحیط الرضوی ھکذا کیفیۃ التیمم ان یضرب یدیہ علی الارض ثم ینفضھما فیمسح بھما وجھہ بحیث لایبقی منہ شیئ وان قل ثم یضرب یدیہ ثانیا علی الارض ثم ینفضھما فیمسح بھما کفیہ وذراعیہ کلیھما الی المرفقین وقال مشایخنا یضرب[عہ2] یدیہ ثانیا

تک مسح کرے۔ پھر بائیں ہاتھ کا اسی طرح مسح کرے"اھ اسی کے مثل قہستانی نے محیط سے نقل کیا ہے پھراس پر اس سے استدراک کیا ہے جو جامع امام قاضیخان میں ہے کہ"صحیح قول کے مطابق ہتھیلی (باطنِ کف) کا مسح نہیں ہوگا"۔ جیسا کہ ہم نے پہلے نقل کیا ہے۔ اور البحرالرائق میں محیط رضوی کے حوالے سے اس طرح تحریر ہے تیمم کا طریقہ یہ ہے کہ زمین پر اپنے دونوں ہاتھ مار کر جھاڑ لے پھران سے چہرے کا اس طرح مسح کرے کہ اس کا ذرا سا حصہ بھی چھوٹنے نہ پائے۔ پھر دوسری بار زمین پر ہاتھ مار کر جھاڑ لے ان سے اپنی ہتھیلیوں اور دونوں کلائیوں کا کہنیوں تک مسح کرے۔ اور ہمارے مشایخ نے فرمایا کہ دوسری بار دونوں ہاتھوں کو مارے

عہ1 والمحیط ھذا ھو الرضوی کما یظھر بمراجعۃ الحلیۃ ویرید بھذا ان الذی نقل فی البحر عن المحیط الرضوی وفی الھندیۃ عن المحیط للسرخسی خلاف ما نقلہ القہستانی فلیکن ان کان فی المحیط البرھانی واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ غفرلہ (م)

عہ2 الذی فی المحیطین مثلہ فی التحفۃ والبدائع وزاد الفقہاء ونصوا جمیعا انہ احوط کما عزاھم فی الحلیۃ و

یہ محیط، محیط رضوی ہی ہے جیسا کہ حلیہ کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے مقصد یہ ہے کہ بحر میں جو محیط رضوی کے حوالہ سے، اور ہندیہ میں محیط سرخسی کے حوالہ سے منقول ہے یہ اس کے خلاف ہے جو قہستانی نے (محیط سے) نقل کیا ہے۔ اگر قہستانی کی نقل کردہ عبارت "محیط برہانی" کی ہو تو ہوسکتا ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

دونوں محیط میں جو طریقہ مسح ہے وہی تحفہ، بدائع اور زادالفقہاء میں بھی ہے۔ اور تمام حضرات نے صراحت کی ہے کہ یہ "احوط" ہے۔ جیسا کہ حلیہ،

(باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] جامع الرموز فصل فی التیمم مطبعۃ کریمیہ قزان ۱/۶۸

[2] ایضاً

ويمسح بأربع اصابع يده اليسرى

اور بائیں ہاتھ کی چار انگلیوں سے دائیں ہاتھ کی

(بقیہ صفحہ گزشتہ)

والبحر والهندية۔

اقول اولا[1] سنحقق ان التراب لا يوصف بالاستعمال ففيم الاحتياط وان فرض او اريد به الصعيد الحكمي على ما نحققه فهذا الماء الذي يوصف به اجماعا لا يصير مستعملا في عضو واحد في الوضوء وفي شئ من البدن في الغسل لان الكل فيه كعضو واحد فما بال التراب يصير مستعمل في عضو واحد۔

وثانيا[2] ان فرض فلا مفر منه لان الكف لا يستوعب الذراع لولا طولا ولا حول المرفق عرضا ولذا اكتبت على قول ش نقلا عن البدائع هذا الاقرب الى الاحتياط لما فيه من الاحتراز عن استعمال التراب المستعمل بالمقدار الممكن ما نصه۔

اقول انا وبقوله بالقدر الممكن مع ما صرح به في الاحاديث والروايات ان التيمم ضربتان انه لو لم يفعل

بحر اور ہندیہ میں ان کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے۔

اقول: اولاً عنقریب ہم تحقیق کریں گے کہ مٹی مستعمل ہونے سے موصوف نہیں ہوتی پھر احتیاط کس بات میں ہے؟ اور اگر فرض کیا جائے یا اس سے صعید حکمی مراد لیا جائے جیسا کہ ہم اس کی تحقیق کرنے والے ہیں تو اس صورت میں یہ کلام ہے کہ پانی جو مستعمل ہونے سے بالاجماع موصوف ہوتا ہے وُہ بھی وضو میں ایک ہی عضو کے اندر اور غسل میں بدن کے کسی بھی حصے میں مستعمل نہیں ہوجاتا، اس لیے کہ غسل سب عضو واحد کی طرح ہے۔ پھر کیا بات ہے کہ مٹی ایک ہی عضو میں مستعمل ہوجائے؟

ثانیاً اگر صعید حکمی فرض کریں تو بھی اس سے مفر نہیں اس لیے کہ ہتھیلی طول میں پوری کلائی کا استیعاب نہیں کرسکتی، بلکہ عرض میں بھی کہنی کے گرد کا استیعاب و احاطہ نہیں کرتی۔ اسی لیے بدائع سے نقل کرتے ہوئے شامی نے جو یہ عبارت درج کی ہے کہ "یہی احتیاط سے قریب تر ہے کیونکہ اس میں "بقدر ممکن" مستعمل مٹی کے استعمال سے بچنا حاصل ہوتا ہے" اس پر میں نے یہ لکھا تھا:

اقول: احادیث اور روایات میں تیمم دو ضرب ہونے کی تصریح کو سامنے رکھتے ہوئے ان کی عبارت "بقدر ممکن" سے یہ افادہ ہوتا ہے کہ اگر خاص اس

(باقی برصفحہ آیندہ)

ظاهر یدہ الیمنی من رؤس الاصابع الی المرفق ثم یمسح بکفہ الیسری باطن یدہ الیمنی الی الرسغ ویمر باطن ابہامہ الیسری علی ظاہر ابہامہ الیمنی ثم یفعل بالید الیسرٰی کذلک وھو الاحوط[1] اھ

پشت کا انگلیوں کے سروں سے کہنی تک مسح کرے پھر اپنی بائیں ہتھیلی سے دائیں ہاتھ کے پیٹ کا گٹّے تک مسح کرے۔ اور بائیں انگوٹھے کا پیٹ دائیں انگوٹھے کی پشت پر پھیرے۔ پھر بائیں ہاتھ کا اسی طرح مسح کرے۔ اور یہی زیادہ با احتیاط طریقہ ہے اھ"

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ذلك وانما استوعب المسح کیفما اتفق اجزاءہ وذلك لان کل احد یعلم ان دور یدہ قریب المرفق اعظم بکثیر من طول مقدار الکف مع الاصابع فلا یمکن ان یحصل الاستیعاب بما ذکروا بل لا بد من بقاء مواضع فلو لم یجز ذلك لزمت ضربات مکان ھو ضربتین وھو باطل ولذا عبروہ بینبغی لا یجب فالحمد ﷲ الذی جعل ھذا الامر واسعا اھ ما کتبت علیہ والاٰن **اقول** اذا لم یحصل بہ المقصود لم یکن الا تکلف فما احسن ما فی البدائع من بعضھم انہ یمسح من دون تلك المراعات والا یتکلفا ۱۲ منہ غفرلہ۔ (م)

طریقہ پر مسح نہ کیا اور جیسے بھی اتفاق ہُوا مسح سے پورے عضو کا احاطہ کرلیا تو تیمم ہوجائیگا۔ یہ اس لیے کہ ہر شخص جانتا ہے کہ کہنی کے قریب اس کے ہاتھ کا دَور (گھیرا) انگلیوں سمیت ہتھیلی کی مقدار سے بہت زیادہ ہے، تو ان حضرات کے بتائے ہوئے طریقہ پر بھی اس حصہ کا احاطہ ممکن نہیں، بلکہ کچھ جگہیں ضرور مسح سے رہ جائیں گی تو اگر یہ (احاطۂ مسح کے لیے چھوٹی ہوئی جگہوں پر مستعمل مٹی کو استعمال کرنا) جائز نہ ہو تو بجائے دو ضربوں کے بہت ساری ضربیں لازم ہوں گی۔ اور یہ باطل ہے۔ اسی لیے مذکورہ طریقہ کو "مناسب" فرمایا "واجب" نہ کہا۔ تو خدا کا شکر ہے کہ اس نے کام میں وسعت رکھی ہے۔ شامی پر میری لکھی ہُوئی عبارت ختم ہُوئی۔ اور اب میں یہ کہتا ہُوں کہ اس طریقۂ مسح سے بھی جب مقصود (مستعمل مٹی کے استعمال سے احتراز) حاصل نہیں تو یہ بس تکلف ہی ہے اس لیے بعض حضرات سے بدائع میں جو منقول ہے کہ "اس رعایت کے بغیر مسح کرے اور تکلف میں نہ پڑے" وہ بہت عمدہ اور کیا خوب ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] جد الممتار علی رد المحتار باب التیمم المجمع الاسلامی مبارکپور ۱/ ۱۴۱-۱۴۰

ومثل الصفة فی الھندیہ عن محیط السرخسی وبالجملۃ فالصحیح الرجیح المشھور المذکور للجمھور ھو ترك مسح بطن الکفین۔

یہی طریقہ ہندیہ میں محیط سرخسی کے حوالے سے لکھا ہوا ہے۔ الحاصل صحیح، راجح، مشہور جمہور کا بیان کیا ہوا قول یہی ہے کہ ہتھیلیوں کے پیٹ کا مسح نہیں کیا جائیگا۔

اقول فاذن ما فی الذخیرۃ نقلا عن محمد فی الاصل ثم یضرب اخری وینفضھما ویمسح بھما کفیہ وذراعیہ الی المرفقین[2] اھ المراد فیہ بکفیہ ظاھرھما کما قال فی الحلیۃ فی عبارۃ شرح الجامع الصغیر ھل یمسح الکف الصحیح لا لان المراد بالکف باطنہا لا ظاھرھا[3] اھ۔

اقول: اس تحقیق سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ امام محمد سے اصل کے حوالے سے ذخیرہ میں جو یہ عبارت نقل کی ہے کہ "پھر دوسری بار ہاتھ مارے اور دونوں کو جھاڑلے اور ان سے اپنی ہتھیلیوں کا اور کہنیوں سمیت کلائیوں کا مسح کرے" اھ۔ اس میں ہتھیلیوں سے مراد ان کی پشت ہے جیسے حلیہ میں شرح جامع صغیر کی عبارت "کیا ہتھیلی کا مسح کریگا؟ صحیح یہ ہے کہ "نہیں" سے متعلق لکھا ہے کہ "(یہاں) ہتھیلی سے مراد اس کا باطن ہے ظاہر نہیں" اھ۔

فان قلت فیھا ایضا عن الذخیرۃ قال مشایخنا الاحسن فی مسح الذراعین ان یمسح بثلثۃ اصابع یدہ الیسری ظاھر یدہ الیمنی الی المرفقین ویمسح المرفق ثم یمسح باطنھا بالابھام والمسبحۃ الی رؤس الاصابع وھکذا یفعل بالید الیسری ولو تیمم بجمیع الاصابع والکف من غیر ان یراعی

اگر یہ اعتراض ہو کہ اسی (حلیہ) میں ذخیرہ سے یہ بھی نقل ہے کہ "ہمارے مشایخ نے فرمایا ہے کہ کلائیوں کے مسح میں بہتر طریقہ یہ ہے کہ اپنے بائیں ہاتھ کی تین انگلیوں سے اپنے دائیں ہاتھ کے ظاہر کا کہنیوں تک مسح کرے اور کہنی کا مسح کرے، پھر اس ہاتھ کے اندرونی جانب کا انگوٹھے اور شہادت کی انگلی سے انگلیوں کے سرے تک مسح کرے۔ اور اسی طرح بائیں ہاتھ کا بھی مسح کرے۔ اور اگر

---

[1] البحر الرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴۵
[2] المبسوط للامام محمد باب التیمم بالصعید ادارۃ القرآن کراچی ۱/۱۰۳
[3] حلیہ

الکف والاصابع یجوز اھ[1]

اقول لاننکر الخلاف فقد افید بالتصحیح لکن اذا ثبت الصحیح لایعدل عنه وقد ذکرہ قاضی خان فی بیان صفة التیمم انه یضع بطن کفه الیسری علی ظهر کفه الیمنی ویمد من رؤس الاصابع الی المرفق ثم یدیر الی بطن الساعد ویمد الی الکف وهل یمسح الکف قال بعضهم لالانه مسح مرة حین ضرب یدیه علی الارض ثم یضع بطن کفه الیمنی علی ظهر کفه الیسری ویفعل ما فعل بالیمنی اھ[2] خانیه فهذه الصفة لیست الابیان ما هو الاولی فی التیمم وقد اخرج منه مسح بطن الکفین فلم یکن اولی فکان عبثا فکان مکروها واللہ تعالٰی اعلم۔

ثم مذهب صاحب المذهب رضی اللہ تعالٰی عنه انه لایحتاج الی شیئ یلتزق

انگلیاں اور ہتھیلی سب ملاکر ہتھیلی اور انگلیوں کی رعایت کیے بغیر تیمم کرلیا تو بھی جائز ہے"۔ اھ۔

اقول: (تو جواب یہ ہوگا) ہمیں اختلاف سے انکار نہیں ترک مسح کفین کو قول صحیح بتانے سے ہی یہ مستفاد ہوجاتا ہے کہ اس مسئلہ میں اختلاف ضرور ہے لیکن جب قول صحیح ثابت ہو تو اس سے عدول وانحراف کی گنجائش نہیں۔ اسے قاضیخاں نے طریقہ تیمم کے بیان میں ذکر بھی فرمایا ہے کہ" وہ اپنی بائیں ہتھیلی کا پیٹ داہنی ہتھیلی کی پشت پر رکھے گا اور انگلیوں کے سروں سے کہنی تک کھینچے گا، پھر کلائی کے پیٹ کی جانب گھمائے گا اور ہتھیلی تک لے جائے گا، کیا ہتھیلی کا بھی مسح کریگا؟ بعض حضرات نے فرمایا: نہیں۔ کیوں کہ جب زمین پر اپنے ہاتھوں کو مارا اس وقت ایک بار اس کا مسح کرلیا۔ پھر اپنی داہنی ہتھیلی کا پیٹ اپنی بائیں ہتھیلی کی پشت پر رکھے گا اور وہی کریگا جو دائیں میں کیا"۔ اھ خانیہ۔ یہ طریقہ کیا ہے؟ اس کا بیان ہے جو تیمم میں بہتر واولٰی ہے اور ہتھیلیوں کے پیٹ کا مسح اس سے خارج کردیا تو یہ اولٰی نہ ہوا پس یہ عبث تو مکروہ ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

پھر صاحب مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مذہب یہ ہے کہ اس کی حاجت نہیں کہ ہاتھ سے

---

[1] حلیہ

[2] فتاوٰی قاضی خان باب التیمم نولکشور لکھنؤ ۱/۲۵

بالید بل السنۃ ازالتہ بالنفخ و النفض وقد قدمنٰہ تحت الوجہ الثانی عن البدائع وفیھا ایضا التعبد ورد بمسح کف مسہ التراب علی العضوین لاتلویثھما بہ[1] اھ۔

وفی الکافی ینفض یدیہ مرۃ و عن ابی یوسف مرتین ولاخلاف فی الحقیقۃ لانہ ان تناثر ما التصق بکفہ من التراب بنفضۃ یکتفی بھا والا نفض نفضتین لان الواجب المسح بکف موضوع علی الارض لااستعمال التراب فانہ مثلۃ[2] اھ ومثلہ عنہ فی البرجندی و معناہ فی الحلیۃ وغیرھا ولایتقید بنفضتین ایضا بل ینفض الی ان یتناثر فقد قال فی الھدایۃ ینفض یدیہ بقدر ما یتناثر التراب کیلا یصیر مثلۃ[3] اھ

فمن کان جالسا علی فرش من رخام فقام معتمدا بکفیہ علیہ

کچھ مٹی چپک جائے بلکہ سنّت یہ ہے کہ پھونک کر اور جھاڑ کر اسے دُور کردیا جائے۔ اسے تعریف دوم کے تحت بدائع کے حوالے سے ہم نقل بھی کرچکے ہیں۔ بدائع میں یہ بھی ہے کہ "حکمِ شرع یہ آیا ہے کہ جو ہتھیلی مٹی سے مس ہوچکی ہے اسے دونوں عضووں پر پھیرا جائے یہ حکم نہیں کہ اس سے دونوں کو آلودہ کیا جائے"۔ اھ

اور کافی میں ہے "اپنے دونوں ہاتھوں کو ایک بار جھاڑ لے گا۔ اور امام ابویوسف سے روایت ہے کہ دو بار۔ اور درحقیقت کوئی اختلاف نہیں اس لیے کہ اگر ایک ہی بار جھاڑنے سے ہتھیلی پر چپکی ہوئی مٹی جھڑ جائے تو اسی پر اکتفا کرے ورنہ دو بار جھاڑے کیونکہ واجب یہی ہے کہ جو ہتھیلی زمین پر رکھی جاچکی ہے اس سے مسح کرے یہ واجب نہیں کہ مٹی کو استعمال کرے یہ تو مُثلہ ہے"۔ اھ اسی کے مثل کافی کے حوالہ سے برجندی میں نقل ہے، اور حلیہ وغیرہا میں اس کے ہم معنی عبارت تحریر ہے۔ اور دو ہی بار جھاڑنے کی بھی کوئی پابندی نہیں بلکہ یہاں تک جھاڑے کہ مٹی جھڑ جائے۔ کیونکہ ہدایہ میں یہ فرمایا ہے، "اپنے ہاتھوں کو اس قدر جھاڑے گا کہ مٹی جھڑ جائے تاکہ مُثلہ نہ ہو"۔ اھ

تو جو شخص کسی سنگِ مرمر کے فرش پر بیٹھا ہوا تھا پھر اپنی دونوں ہتھیلیوں کو اس پر ٹیک دیتے ہوا

---

[1] بدائع الصنائع رکن التیمم ایچ ایم سعید کمپنی ۱/۴۶

[2] کافی

[3] الہدایۃ باب التیمم المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/۳۴

ثم بعد زمان ارادان یتیمم فاجتزاء بذلك المس الذی وقع بین الرخام وکفیه عند القیام فمتی تیمم صعیدا طیبا للطهور، حین کان الصعید بکفیه لم یقصد وحین قصد لاصعید وانما ورد القصد علی کفین صفریں فالظاهر ان الصواب فیه مع السید الامام ابی شجاع وقد علمت قوة ماله من التصحیحات وکثرتها سواء قلنا برکنیة الضربتین اولا لان المساس الواقع بین الکفین والتراب لا یصیر مطهرا الا اذا کان منویا۔

نعم ان التصق بکفیه تراب کاف للتیمم ونوی الان جاز لصدق قصده الی صعید طیب للتطهیر وکم له فی الفروع المارة من نظیر فان حملنا علیه قول التجویز کان توفیقا وباللہ التوفیق واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

کھڑا ہوا پھر کچھ دیر بعد تیمم کرنا چاہا تو کھڑے ہوتے وقت اس کی ہتھیلیوں اور سنگِ مرمر کے درمیان جو مس پایا اسی پر اکتفا کرلیا تو اس نے طہارت کے لیے پاک صعید کا قصد کب کیا؟ ۔ جب صعید اس کی ہتھیلیوں سے متصل تھی اُس وقت قصد نہ کیا ۔ اور جب قصد کیا اس وقت صعید نہیں ۔ بس خالی ہتھیلیوں پر قصد کا عمل پایا گیا ۔ تو ظاہر یہ ہے کہ اس مسئلہ میں صواب و درستی سید امام ابو شجاع کے ساتھ ہے ۔ اور ان کی تصحیحات کی قوت اور کثرت بھی معلوم ہے خواہ ہم یہ کہیں کہ دونوں ضربیں رکنِ تیمم ہیں یا نہیں ہیں ۔ اس لیے کہ ہتھیلیوں اور مٹی کے درمیان پایا جانے والا عمل مس اسی وقت مطہر ہوتا ہے جب مقصود و نیت کے ساتھ ہو ۔

ہاں اگر اس کی ہتھیلیوں سے اتنی مٹی لگی ہوئی موجود ہو جو تیمم کے لیے کافی ہے اور اب نیت کرلی تو جائز ہے کیونکہ اب یہ بات صادق آگئی کہ اس نے تطہیر کے لیے پاکیزہ صعید کا قصد کیا ۔ گزشتہ جزئیات میں اس کی بہت سی نظیریں بھی آچکی ہیں ۔ زمین پر ہاتھ مارنے کے بعد پائی جانیوالی نیت سے تیمم جائز قرار دینے والے قول کو اگر اس معنٰی پر محمول کرلیا جائے تو دونوں قولوں میں تطبیق بھی ہوجائے گی (جواز کا قول اس صورت میں ہے جب ہاتھوں پر بقدر کافی پاک صعید موجود ہو اور عدم جواز کا قول اس صورت میں ہے جب ایسا نہ ہو ۔ م ۔ ا)

واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم ۔

2

الثامن اظہر[ف۱] منہ الامر فی ثمرۃ الخلاف الاخری فان[ف۲] التراب بامساس الکفین بہ للطہور یکسبھما باذن اللّٰہ تعالٰی وصف التطہیر حتی انہ بنفسہ یخرج من البین وان کان لہ بقیۃ تزال بنفض الیدین ومستحیل ان یکون نجس مطہرا فاذا ضرب ثم احدث قبل المسح فقد صار کفاہ غیر طاہرتین فکیف تبقیان مطہرتین۔

بحث ۸[۱]**:** اختلاف کے ثمرۂ دیگر کا معاملہ اس سے زیادہ روشن ہے۔ اس لیے کہ ہتھیلی کو طہارت کے لیے جب مس کیا جاتا ہے تو مٹی باذنِ الٰہی ان ہتھیلیوں کو تطہیر کی صفت بخش دی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ خود مٹی درمیان سے نکل جاتی ہے اگر کچھ باقی رہ بھی گئی تو ہاتھوں کو جھاڑ کر دُور کر دی جاتی ہے۔ اور یہ محال ہے کہ کوئی نجس مطہِّر ہو۔ تو جب اس نے زمین پر ہاتھ مارے پھر مسح سے پہلے اسے حدث عارض ہو گیا تو اب اس کی ہتھیلیاں تو بے طہارت ہو گئیں پھر وُہ خود غیر طاہر ہو کر مطہِّر کیسے رہ جائیں گی؟

وما استدلوا[ف۳] بہ للسید الامام انہ علی الرکنیۃ یقع الحدث فی خلال التیمم۔

اب وُہ بات رہی جس سے سید امام ابو شجاع کی حمایت میں استدلال کیا گیا ہے کہ ان کے رکنیت ضرب کے قول پر یہ لازم آ رہا ہے کہ حدث درمیان تیمم میں واقع ہوا۔

فاقول حاصل علی کل حال لما قدمنا انفا من ان الکفین قد طہرتا بالضرب حتی لا یمسحھما علی الصحیح فالحدث الواقع بعد الضرب لا یقع الا وقد اتی ببعض التیمم وان لم تکن الضربۃ رکنا اما حدیث من ملأ کفیہ

فاقول یہ تو بہرحال لازم ہے کیونکہ ابھی ہم بتا چکے کہ ضرب سے ہتھیلیاں پاک ہو گئیں اب قولِ صحیح کی بنیاد پر، ان پر دوبارہ مسح نہ کیا جائے گا۔ تو ضرب کے بعد پایا جانے والا حدث اسی حالت میں واقع ہو رہا ہے جب کہ کچھ تیمم ہو چکا ہے اگرچہ ضرب رکن تیمم نہ ہو (عدمِ رکنیت ضرب کے قول پر حدث بھی ضرب مذکور سے اگلا مسح درست

---

[۱] بحث سابق سے معلوم ہوا کہ ضرب کفایت نیت کی بات کسی قول پر بھی راست نہیں آتی اور اسے ضرب کی رکنیت اور عدمِ رکنیت میں اختلاف کا ثمرہ شمار کرانا کسی طرح درست نہیں۔ اب حضرت مصنف نے تعریف ہشتم کے بعد ذکر شدہ پہلے ثمرۂ اختلاف پر کلام کیا ہے وہ ثمرہ یہ بیان کیا گیا تھا کہ بعد ضرب اگر متیمم کو حدث عارض ہوا تو قولِ رکنیت پر یہ ضرب تیمم کے لیے کافی نہ ہوگی اور قولِ دیگر پر کافی ہوگی ۱۲ م - الف)

ماء فاحدث کان لہ ان یستعملہ[1]۔

ہونے کے ثبوت میں) یہ جو کہا گیا تھا کہ کسی نے اپنی ہتھیلیوں میں پانی لیا پھر اسے حدث ہوا تو بھی وہ اس پانی کو وضوء کے لیے استعمال کرسکتا ہے (ایسے ہی ضرب کے بعد حدث ہوا تو بھی وُہ اس سے تیمم کرسکتا ہے)

فاقول یجب[عہ] ان یکون فی اول مااغترف قبل ان یغسل شیئا من الاعضاء

فاقول: ضروری ہے کہ یہ اس وقت ہو جب اس نے پہلی بار چلّو میں پانی لیا اور ابھی کوئی عضو

عہ وکتبت ھھنا فیما علقت علی رد المحتار **اقول** المراد من ملأکفیہ ماء اول الوضوء لیغسل بہ یدیہما الی رسغیہ لانہ لم یزد ھذا الحدث الاملاقاۃ الماء کفا ذات حدث وقد کان ھذا حاصلا قبل ھذا الحدث لکونہ محدثا من قبل فکما جاز للمحدث ان یملأ کفیہ ماء یغسل بہ یدیہ ولا یکون بہ مستعملا للماء المستعمل لان الاستعمال بعد الانفصال فکذا اذا احدث بعد الاغتراف اما من غسل یدیہ ثم اغترف للوجہ فاحدث لم یجز لہ ان یغسل بہ وجہہ

میں نے اس مقام پر حاشیۂ رد المحتار (جدالممتار) میں لکھا ہے **اقول** مراد یہ ہے کہ جس نے شروع وضو میں گٹوں تک ہاتھوں کو دھونے کے لیے اپنی ہتھیلیوں میں پانی بھرا، اس لیے کہ اس حدث سے صرف یہی بات زیادہ ہُوئی کہ حدث والی ہتھیلی سے پانی کا اتصال ہوا' اتنی بات تو اس حدث سے پہلے بھی موجود تھی' کیوں کہ اس سے پہلے بھی وہ محدث و بے وضو تھا تو جیسے محدث کو اپنی ہتھیلیوں میں ہاتھوں کو دھونے کے لیے پانی بھر لینا جائز ہے' اور اس سے وہ مائے مستعمل کو استعمال کرنے والا نہیں قرار پاتا کیوں کہ پانی پر مستعمل ہونے کا حکم اس وقت ہوتا ہے جب وہ عضو سے جُدا ہوجائے۔ تو یہی بات اُس صورت میں بھی ہوگی جب وُہ چلّو لینے کے بعد حدث کرے۔ لیکن وہ شخص جس نے اپنے ہاتھوں کو دھولیا پھر چہرے کے لیے چلّو میں پانی لیا اور اب اسے حدث ہوگیا تو اس کے لیے اس پانی سے

(باقی بر صفحۂ آئندہ)

---

[1] فتح القدیر باب التیمم نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۱۰

والالكان حدثا في خلال الوضوء و حينئذ لامانع من ان يصرفه في غسل يديه لانهما كانتا محدثتين عند الغرف وقد لاقاهما الماء وبقي سائغ الاستعمال لعدم الانفصال فالحدث بعد الغرف لايزيده شيئا فوق ذلك والمطهر هو الماء لا اليد[2] بخلاف ماهنا فان كفيه هما اعتبرتا مطهرتين بعد الضراب لا التراب الذي لاحاجة اليه بل لو كان ازيل۔

نہ دھویا ہو ورنہ یہ حدث درمیان وضو میں ہوگا۔ اور شروع ہی میں جو پانی لیا اور حدث ہوگیا تو اس پانی کو اپنے ہاتھوں کے دھونے کے عمل میں صرف کرنے سے کوئی مانع نہیں کیونکہ یہ دونوں ہاتھ تو چلّو لینے کے وقت بھی محدث و بے طہارت تھے اب ان سے پانی کا اتصال ہوا اور اسے استعمال کرنا جائز رہا کیوں کہ ابھی پانی ہاتھ سے جُدا نہ ہوا (اور پانی جب تک عضو سے جدا نہ ہو وہ مستعمل اور غیر مطہر قرار نہیں پاتا) چلّو لینے کے بعد حدث پایا گیا تو یہ حدث ہاتھوں کی حالت میں سابقہ حالت سے زیادہ کوئی اضافہ تو نہیں کر رہا ہے (پہلے بھی پانی محدث ہاتھوں میں ہی تھا اور اب بھی محدث پانی ہاتھوں میں ہی ہے) اور مطہر پانی ہی ہے اس کے دونوں ہاتھ مطہر نہیں ہیں بخلاف تیمم والی صورت کے، کیوں کہ یہاں تو اس کی دونوں ہتھیلیاں ہی ضرب کے بعد مطہر مانی گئی ہیں نہ کہ وہ مٹی جس کی اب کوئی ضرورت نہ رہی بلکہ اگر ہاتھ پر لگی بھی ہو تو وہ جھاڑ دی جائے گی۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

كما اشار اليه بقوله صار كما لو احدث في الوضوء بعد غسل بعض الاعضاء وذلك لان الماء ينفصل عن يد محدثة فيصير مستعملا فلا يبقى طهورا فافهم[1] اھ ماكتبت عليه ۱۲ منه غفرله۔ (م)

چہرہ دھونا جائز نہیں۔ جیسا کہ اس کی طرف اپنے الفاظ سے اشارہ فرمایا ہے کہ وہ ایسا ہوا جیسے بعض اعضاء دھونے کے بعد درمیان وضو اسے حدث ہوا یہ اس لیے کہ یہ پانی (جب ہاتھ سے چہرے پر ڈالے گا اس وقت وہ) محدث ہاتھ سے جدا ہوگا تو مستعمل ہوجائے گا پھر مطہر نہ رہ جائے گا (کہ اس سے چہرہ دھوسکے) فافہم۔ اسے سمجھو۔ ردالمحتار پر میرا لکھا ہُوا حاشیہ ختم ہوا ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] جدالممتار علی ردالمحتار باب التیمم المجمع الاسلامی مبارکپور ۱/۱۴۱

ثم اقول لم یظھر[ف۱] للعبد الضعیف مافرق بہ ھھنا بین الحدث بعد الاغتراف قبل التطھر والحدث فی خلالہ غیر ان ھذا یبطل ما سبق وذلک لا سابق لہ فیبطلہ ولا کلام فیہ انما الکلام فی جواز استعمالہ ولا مدخل فیہ لسبق بعض التطھر وعدمہ فیما اعلم فان[ف۲] من غسل وجہہ ثم ملأ کفیہ لغسل یدیہ فاحدث بطلت طہارۃ وجہہ اما یداہ فقد کان الحدث فیہما الی الاٰن ولم یزد بانضیاف ھذا الجدید ولم یصر الماء مستعملا بعد لعدم الانفصال فلم لا یجوز ان یغسل بہ ذراعیہ وما ھو الا کمن اغترف اول وھلۃ لانہ قد عاد کما کان فالماء یلاقی کفا محدثۃ فی الوجہین فینبغی ان یجوز حیث یجوز ثمہ ولا حیث لا فلیحرر ولیتأمل۔

ثم اقول چلّو لینے کے بعد عملِ طہارت سے پہلے حدث ہونے اور عملِ طہارت کے درمیان حدث ہونے میں یہاں جو فرق کیا گیا ہے وہ بندۂ ضعیف پر واضح نہ ہوا دونوں میں آخر کیا فرق ہے؟ سوائے اس کے یہ حدث (جو کچھ وضو ہو جانے کے بعد عارض ہوا) ماسبق وضو کو باطل کر دیتا ہے اور وہ (جو چلّو لینے کے بعد شروع ہی میں عارض ہوا) اس سے پہلے کچھ عمل وضو وجود میں آیا ہی نہیں کہ اسے باطل کرے۔ اور کلام اس میں نہیں، کلام تو اُس پانی کے استعمال کے جواز میں ہے اور اس مسئلہ میں میرے علم کی حد تک اس کا کوئی دخل نہیں کہ کچھ وضو پہلے ہو چکا ہے یا ابھی کچھ بھی نہیں ہوا ہے۔ اس لیے کہ جس نے چہرہ دھو لیا پھر ہاتھ دھونے کے لیے چلّو میں پانی لیا پھر اسے حدث ہوا تو اس کے چہرے کی طہارت تو ختم ہو گئی، رہ گئے ہاتھ تو ان دونوں میں تو اب تک حدث موجود ہی تھا، وہ اس جدید حدث کے ملنے سے زیادہ نہ ہوا، نہ ہی یہ پانی مستعمل ہوا کیونکہ ابھی ہاتھ سے جدا نہیں ہوا پھر اس سے کلائیاں دھو لینا کیوں جائز نہیں؟ وہ اس وقت اُسی کی طرح ہے جس نے شروع شروع چلّو لیا، اس لیے وہ جیسا تھا ویسا ہی ہو گیا ہے تو پانی کا اتصال دونوں ہی صورتوں میں محدث ہتھیلی سے پایا جا رہا ہے۔ تو اگر وہاں اس کا استعمال جائز ہے تو یہاں بھی جائز ہونا چاہئے اور اگر وہاں جائز نہیں تو یہاں بھی جائز نہیں ہونا چاہئے۔ اس تفریق کی وضاحت اور اس میں تامل کی ضرورت ہے۔

فانی متعجب کیف توارده

کیونکہ مجھے حیرت ہے کہ یہ امام اسبیجابی اور

هؤلاء الجلة كالاسبيجابي والعناية والفتح والجوهرة وجواهر الفتاوى والحلية والغنية والبحر والشرنبلالي وغيرهم وسكتوا جميعا عليه فلعل فيه سرا لم اصل اليه وقد بينت في بعض فتاواي في باب الوضوء انه يبتني على احد قيلين ضعيفين في المذهب فتذكر وتبصر والله تعالى اعلم اما ههنا فلا سبيل الى الجواز لان الضربة اذا اتت على الحدث رفعته وكست الكفين صفة التطهير فاذا طرء الحدث عليها ابطل الطهارة

عنایہ، فتح القدیر، جوہرہ، جواہر الفتاوی، حلیہ، غنیہ، البحر الرائق کے مصنفین اور شرنبلالی وغیرہم جیسے اجلہ سب کا اس پر توارد کیسے ہوگیا؟ اور سبھی حضرات نے کیسے اس پر سکوت فرمایا؟۔ شاید اس میں کوئی ایسی رمز ہو جہاں تک میرے فہم کی رسائی نہ ہوسکی۔ میں تو باب وضو میں اپنے ایک فتوے کے اندر یہ بیان کرچکا ہوں کہ اس کی بنیاد ہمارے مذہب کی دو ضعیف روایتوں میں سے کسی ایک پر ہے اسے ذہن میں لائیں اور غور کریں[1]۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ مگر یہاں تو کوئی صورت جواز نہیں اس لیے کہ حدث کے بعد جب ضرب واقع ہوئی تو اس نے حدث اٹھادیا اور ہتھیلیوں کو تطہیر کی صفت بخش دی پھر جب اس پر حدث طاری ہوا، اس نے طہارت

---

[1] مصنف قدس سرہٗ اس فتوے میں فرماتے ہیں: اقول وباللہ التوفیق۔ انہوں نے استشہاد میں جو یہ مسئلہ بیان کیا کہ "جس نے ہتھیلیوں میں آب وضو لیا پھر اسے حدث ہوا پھر اسے بعض وضو میں استعمال کیا تو یہ جائز ہے"۔ یہ دو غیر ماخوذ روایتوں میں سے کسی ایک کی بنیاد پر چل سکتا ہے۔ ایک امام ابو یوسف کا قول ہے کہ مستعمل ہونے کے لیے محدث کا پانی بہانا اور نیت کرنا شرط ہے۔ اور مذکورہ صورت میں دونوں مفقود ہیں۔ دوسری روایت وہ جس پر مشائخ بلخ ہیں کہ جدا ہونے کے بعد بدن یا کپڑے یا زمین یا کسی اور چیز پر پانی کا ٹھہر جانا شرط ہے۔ اور معلوم ہے کہ جب ہتھیلی کا پانی وہ کسی عضو میں استعمال کرے تو ہتھیلی سے جدا ہونا اگرچہ پایا گیا مگر وہ پانی ابھی ٹھہرا نہیں اس لیے مستعمل نہ ہوگا ـــــــ لیکن صحیح معتمد قول کی بنیاد پر یہ ہے کہ حدث والے بدن سے پانی کا محض مس ہوجانا اور اس سے جدا ہوجانا مستعمل ہونے کا حکم کرنے کے لیے کافی ہے اگرچہ وہاں نہ حدث والے سے بہانا پایا گیا ہو نہ نیت ہو نہ جدا ہونے کے بعد استقرار ہوا ہو۔ تو اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کی ہتھیلی سے پانی جدا ہونے سے مستعمل ہوجائے گا پھر کسی عضو کے وضو میں اس کا استعمال صحیح نہ ہوگا۔ یہی مجھے سمجھ میں آیا اور یہ بہت واضح ہے اور اسی سے اس قول کا رد مکمل ہوجاتا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم (فتاوی رضویہ ج ۱، باب الوضو فتوی ۵) ۱۲ محمد احمد مصباحی۔

فابطل التطهیر واللہ تعالٰی اعلم۔

ثم اقول لوکان الامر علی ھذا لزم ان من کان مست یداہ جدارا او ارضا او اخذ بیدیہ جرۃ اوشیئا من خزف ومضت علیہ سنون واحتاج الاٰن الی التیمم لایحتاج لاحد عضویہ الی قصد صعید ولا مسہ اصلا بل ینوی ویمسح وجہہ مثلا بکفیہ لانہ قد کان کفاہ مسّا الصعید فی وقت من عمرہ ولا یشترط قران النیۃ ولا ینافیہ الحدث بعدہ قبل المسح وان کان الف مرۃ لا اعلم احدا یقبل ھذا اویجعلہ تیمما صحیحا شرعیا۔

وبالجملۃ فالصواب فی کلام الفرعین مع السید الامام ان شاء اللہ تعالٰی ولا بناء لہما علی رکنیۃ الضرب فلیسا من ثمرۃ الخلاف فی شیئ فیما اعلم وربی اعلم۔

زائل کردی تو تطہیر کی صفت بھی ختم کر دی واللہ تعالٰی اعلم۔

ثم اقول، اگر معاملہ ایسا ہو (کہ ضرب کے بعد حدث ہوا پھر بھی اس ضرب سے تیمم جائز ہو) تو لازم آئے گا کہ جس کے ہاتھ کسی دیوار یا زمین سے مس ہوئے یا اپنے ہاتھوں سے کوئی گھڑا یا ٹھیکری کی کوئی بھی چیز پکڑ لی پھر اس فعل پر سالہا سال گزر گئے اور اب اسے تیمم کی حاجت ہوئی تو دونوں عضووں میں سے کسی کے لیے بھی نہ صعید (جنسِ زمین) کے قصد کرنے کی ضرورت ہو نہ مس کرنے کی کوئی حاجت۔ بلکہ اب نیت کرلے اور ہتھیلیاں چہرے پر پھیر لے یہی کافی ہوجائے اس لیے کہ یہ ہتھیلیاں عمر کے کسی حصے میں جنسِ زمین سے مس ہوچکی تھیں، نیت کا مس کے ساتھ ہونا شرط ہی نہیں، نہ ہی مس کے بعد مسح سے پہلے حدث ہونا اس کے منافی، اگرچہ ہزار بار حدث ہو۔ میں سمجھتا ہوں کہ کوئی بھی نہ اسے مان سکتا ہے نہ ہی اسے صحیح شرعی تیمم قرار دے سکتا ہے۔

الحاصل دونوں مسئلوں (ضرب کے بعد تیمم کی نیت ہو تو اس ضرب سے تیمم نہ ہو پائے گا، ضرب کے بعد حدث ہوجائے تو اس سے بھی تیمم نہ ہوگا) میں حق وصواب سید امام ابو شجاع کے ساتھ ہے اور ان مسئلوں کی بنیاد اس پر نہیں کہ ضرب رکنِ تیمم ہے۔ تو میرے علم کی حد تک انھیں ثمرۂ اختلاف ہونے سے کوئی واسطہ نہیں۔ اور میرا رب خوب جاننے والا ہے۔

نعم اذا ضرب فالتزق بیدہ من التراب ما یکفی للتیمم ثم احدث ثم مسح بذلك التراب وجهه ناویا اجزأه لان الكف وان بطلت طهارتها وتطهیرها وذهب به الصعید الحكمی فالصعید الحقیقی موجود بیده فیكون هذا تیمما بالتراب لابالكف المكتسی بالضرب صفة التطهیر۔

ہاں جب اس نے زمین پر ہاتھ مارا اس کے ہاتھ میں اتنی مٹی لگ گئی جو تیمم کے لیے کافی ہو پھر اسے حدث ہو، پھر بہ نیت تیمم اسی مٹی سے اپنے چہرے کا مسح کرلیا تو یہ کافی ہوگا اس لیے کہ ہتھیلی کی طہارت اور تطہیر اگرچہ ختم ہوگئی اور اسی وجہ سے صعید حکمی جاتی رہی مگر صعید حقیقی اس کے ہاتھ میں موجود ہے تو یہ اصل مٹی سے تیمم کرنا ہوگا ضرب کی وجہ سے صفت تطہیر حاصل کرنے والی ہتھیلی سے نہیں۔

وهذا هو عندی محمل ما تقدم عن الخانیة وخزانة المفتین لقولهما فمسح بذلك التراب وجهه ولم یقولا مسح بتلك الكف المحدثة۔

خانیہ اور خزانۃ المفتین کی مذکورۃ الصدر عبارت میرے نزدیک اسی صورت پر محمول ہے اس لئے کہ ان کے الفاظ یہ ہیں: (جب تیمم کا ارادہ ہوا زمین پر ایک بار ہاتھ مارا پھر اسے حدث ہوگیا) تو "اسی مٹی سے" چہرے کا مسح کرلیا (پھر کہنیوں سمیت ہاتھوں کے لیے دوسری بار ہاتھ مارا) یہ جائز ہے تیمم ہوگیا اھ یہ نہ فرمایا کہ "اسی بے ہتھیلی سے" مسح کرلیا۔

ولیراجع عبارة المضمرات فلعلها كعبارة الخانیة والخزانة وذلك ان تقرأ قوله لم یعد الضرب بفتح العین وشد الدال من العدون الاعادة فیكون تصحیحا لما علیه السید الامام والافاذا قیدناها بكون التراب علی كفیه كان توفیقا و

مضمرات کی اصل عبارت بھی دیکھنا چاہیے شاید وہ بھی عبارت خانیہ وخزانہ ہی کی طرح ہو (جامع الرموز نے مضمرات کے اصل الفاظ نقل نہ کئے بلکہ یوں لکھا ہے کہ "لو احدث قبل المسح لم یعد الضرب علی الأصح، كما فی المضمرات" جس کا مفہوم یہ لیا جاتا ہے کہ اگر ہاتھ مارنے کے بعد مسح سے پہلے اسے حدث ہوا تو بر قول صحیح ضرب کا اعادہ نہ کرے، یعنی اسی ضرب سے مسح کرے جیسا کہ مضمرات میں ہے) اس عبارت میں بھی "لم یعد" کو عین کے فتحہ اور دال کی تشدید کے ساتھ بجائے اعادہ کے عدد سے لے کر

باللّٰہ التوفیق۔

لَوْ یُعَدِ الضَّرْب پڑھا جا سکتا ہے۔ اب یہ معنیٰ ہوجائیگا کہ اگر قبل مسح حدث ہوگیا تو یہ ضرب، بر قول اصح، شمار نہ کی جائے گی۔ اس صورت میں اس سے اسی قول کی تصحیح حاصل ہوگی جو سیدنا امام ابو شجاع کا ہے۔ اگر یہ نہ پڑھیں تو جب ہم اسے اس صورت سے مقید کریں (اعادۂ ضرب کی حاجت اُس وقت نہیں جب ہتھیلیوں پر لگی ہوئی مٹی بقدر کافی موجود ہو تو دونوں قولوں میں تطبیق و توفیق ہوجائے گی۔ اور خدا ہی سے توفیق ملتی ہے۔

التاسع مابحث العلامة الحدادی فیما[ف۱] اذا امر غیرہ لییممه فضرب المامور یدیه فاحدث الاٰمر انه ینبغی بطلانه علی قول ابی شجاع فعندی[ف۲] فیه وقفة فان الاٰمر اذا امر و نوی فضرب المامور کفیه علی الصعید اکسبهما صفة التطهیر وصارا صعیدا حکمیا حتی صلحتا لتطهیر الاٰمر بمسحهما وحدث الاٰمر لایخل بشیئ من ذلك لاتزول به طهارۃ کفی المامور لینتفی تطهیرهما۔

بحث ۹

دوسرے کو حکم دیا کہ مجھے تیمم کرا دے، مامور نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے کہ حکم دینے والے کو حدث عارض ہوا۔ اس پر بحث کرتے ہوئے علامہ حدادی نے فرمایا کہ ابو شجاع کے قول پر مامور کی ضرب مذکور کو (جس کے بعد قبلِ مسح آمر کو حدثِ جدید عارض ہوا) باطل ہوجانا چاہیے۔ مجھے اس بارے میں کچھ توقف ہے۔ اس لیے کہ آمر نے جب حکم دیا اور نیت کرلی پھر مامور نے اپنی ہتھیلیاں جنسِ زمین پر ماریں تو اس ضرب نے ان ہتھیلیوں کو تطہیر کی صفت بخش دی اور وہ صعیدِ حکمی بن کر اپنے مسح سے آمر کو پاک کرنے کے قابل ہوگئیں۔ اور آمر کا حدث اس میں سے کسی بات میں کچھ خلل نہیں لاتا۔ اس کے حدث سے مامور کی ہتھیلیوں کی طہارت تو زائل ہوتی نہیں کہ ان کا وصفِ تطہیر ختم ہوسکے۔

وقد کان الاٰمر محدثا قبل

اور آمر تو محدث تھا ہی، ضرب سے پہلے بھی

الضرب وبعده مالم يمسح فاجتمع حدث الآمر اعنی کونه محدثا وثبوت صفة التطهير لکفی المامور فی وقت واحد ودام الی حصول المسح ولو اشترط الثبوته لهما طهارة الآمر لدار واستحالت المسألة رأسا فاذا لم ینافه کونه محدثا کیف ینافیه حدثه الجدید ولا یزید شیأ فوق ما هو علیه الآن۔

— اور ضرب کے بعد بھی ، جب تک کہ مسح نہیں ہوجاتا ۔ تو آمر کا حدث — یعنی اس کا محدث ہونا — اور مامور کی ہتھیلیوں میں صفتِ تطہیر کا ثبوت دونوں چیزیں بیک وقت جمع ہوئیں اور یہ اجتماع مسح ہوجانے تک قائم و دائم رہا — اور اگر مامور کی ہتھیلیوں میں صفتِ تطہیر کے لیے طہارتِ آمر کی شرط لگائی جائے تو دور لازم آئے گا۔ اور اس مسئلہ کا وجود ہی محال ہوجائے گا — تو جب اس کا محدث ہونا اس کے منافی نہیں تو یہ حدث جدید کیسے اس کے منافی ہوجائے گا جب کہ وہ مامور کی حالت میں اس سے زیادہ کوئی اضافہ نہیں کرتا جو بروقت اس میں موجود ہے (فی الحال بھی وہ محدث ہی ہے حدث جدید سے بھی محدث ہی رہا تو ضرب پر حدث جدید کا کیا اثر ؟)

العاشر ما استظهر منه

البحر انه لا یبطل بحدث المامور فعندی ابعد منه اذ لو سلمنا انه یبطل بحدث الآمر مع انه لا یوجب تنجیس کف المامور وجب بطلانه بحدث المامور بالاولی لانه ینجسهما فیسلبهما الطهارة فیسلبهما التطهیر ولو انه اٰلة لا ینفیه فانه اٰلة التطهیر فلا بد من طهارته اذ مالیس بطاهر کیف یفید غیره التطهیر فالظاهر عندی عکس ما قاله

بحث ۱۰ : علامہ حدادی کی بحث سے کر صاحبِ بحر نے یہ کہا تھا کہ "اس کا ظاہر یہ ہے کہ وہ ضرب مامور کے حدث سے باطل نہ ہوگی اس لیے کہ وہ تو صرف ذریعہ اور آلہ ہے" — یہ بات میرے نزدیک پہلی سے بھی زیادہ بعید ہے — اس لیے کہ اگر ہم یہ مان لیں کہ آمر کا حدث مامور کی ہتھیلیوں کو نجس بنانے کا موجب نہ ہونے کے باوجود مامور کی ضرب کو باطل کر دیتا ہے تو مامور کا حدث اس ضرب کو بدرجۂ اولیٰ باطل کر دے گا کیونکہ اس کا اپنا حدث تو اس کی ہتھیلیوں کو نجس کر کے ان سے طہارت سلب کر لے گا تو صفتِ تطہیر بھی سلب کر لے گا — اور مامور کا ذریعہ و آلہ ہونا اس کے منافی نہیں کیونکہ وہ تطہیر کا آلہ ہے

يبطل بحدث المأمور دون الآمر والله سبحٰنه وتعالٰى اعلم۔

تو خود اس کا طاہر ہونا ضروری ہے اس لیے کہ جو خود ہی طاہر نہیں وہ دوسرے کو تطہیر کیسے عطا کر سکے گا؟ — تو ان دونوں حضرات (حدادی و بحر) نے جو فرمایا میرے نزدیک اس کے برعکس ہے — ضرب مذکور مامور کے حدث سے باطل ہو جائیگی اور آمر کے حدث سے باطل نہ ہوگی واللہ سبحٰنہ و تعالیٰ اعلم۔

الحادی عشر الابحاث الی هنا لم تزد اصل الامر الا غمة لانه ثبت ان الفروع العشرة متفق عليها بين ائمتنا ولا ضرب فيها بالمعنى المعروف وهم مجمعون على ركنيته۔

بحث ۱۱: یہاں تک کی بحثوں سے اصل معاملہ کی پیچیدگی میں اور اضافہ ہی ہوا اس لیے کہ ثابت یہ ہوا کہ مذکورہ دس جزئیات ہمارے ائمہ کے درمیان متفق علیہ ہیں اور ان میں ضرب بمعنی معروف کا وجود نہیں، حالانکہ ان ائمہ کا اس پر اجماع ہے کہ ضرب تیمم کا رکن ہے (پھر رکن کے بغیر شئی کا تحقق کیونکر ہوگیا؟)

فاقول وبالله التوفيق قد اوجدناك ان الصعيد ضربان حقيقي وحكمي وان التيمم المعهود المعروف المأمور في الاحاديث القولية والفعلية هو امساس الكفين بالصعيد الحقيقي وسائر العضوين بهذا الصعيد الحكمي وغير المعهود هو امساس جميع اجزاء العضوين بالصعيد الحقيقي فانقسم التيمم ايضا الى قسمين المعهود بالحقيقي في الكفين والحكمي في غيرهما وغيره بالحقيقي في الكل۔

فاقول: وباللہ التوفیق۔ ہم بتا چکے ہیں کہ صعید کی دو قسمیں ہیں حقیقی اور حکمی — اور معروف ومعہود تیمم جو قولی وفعلی احادیث میں مروی ہے وہ یہ ہے کہ ہتھیلیوں کو صعید حقیقی سے مس کیا جائے اور بقیہ ہاتھوں اور چہرے کو اس صعید حکمی (ہتھیلیوں) سے مس کیا جائے اور غیر معہود تیمم یہ ہے کہ چہرے اور ہاتھوں کے تمام اجزا کو صعید حقیقی (جنس زمین) سے مس کیا جائے تو تیمم کی بھی دو قسمیں ہوگئیں، ایک معہود تیمم — صعید حقیقی سے ہتھیلیوں کا، اور حکمی سے بقیہ کا مسح کرنا۔ دوسرا غیر معہود تیمم — صعید حقیقی سے سبھی کا مسح کرنا۔

ثم ركن الشئ وان كان شرعيا وجوده في الاعيان ايضا

پھر کسی بھی شئی کا رکن — اگرچہ وہ شرعی ہی ہو — اس کے بغیر خارج میں بھی شئی

بدونه اذبه تقومه کالرکوع و السجود للصلاۃ والایجاب والقبول للنکاح اللھم الا ان یکون رکنا زائدا کالقراءۃ اما شرطہ الشرعی فلا یجب ان ینتفی بانتفائہ وجودہ العینی بل الشرعی الا تری ان ارکان الصلاۃ من القیام والقعود والرکوع و السجود والقراءۃ لا توقف لشیئ منھا فی وجودہ العینی علی شروطھا الشرعیۃ من الطھارۃ و الاستقبال والتحریمۃ وغیرھا و ان لم تعتبر شرعا نفقدھا غیران من الشروط الشرعیۃ ما یحکی حکایۃ الرکن یفتاق الیہ الشیئ فی وجودہ العینی ایضا کافتیاقہ الی الارکان ومثل الشرط اشبہ شیئ بالرکن وکأنہ برزخ بین الارکان والشروط السالفۃ الذکر فلا غرو فی اجراء اسم الرکن علیہ وذلک کالمکان للصلاۃ والمرأۃ للنکاح والصعید للتیمم۔

کا وجود نہیں ہوسکتا۔ اس لیے کہ شے کا قوام اور اس کی حقیقت اسی رکن ہی سے بنتی ہے ــــ جیسے نماز کے لیے رکوع وسجود اور نکاح کے لیے ایجاب وقبول ــ ہاں مگر یہ کہ رکنِ زائد ہو جیسے قراءت ــــ مگر شرط شرعی کا معاملہ مختلف ہے اس کے نہ ہونے سے شئی کے وجود عینی خارجی کا نہ ہونا ضروری نہیں، بلکہ اس کے انتفا سے صرف وجود شرعی کا انتفا ضروری ہے ــــ دیکھ لیجئے کہ ارکانِ نماز قیام، قعود، رکوع، سجود، قراءت میں سے کوئی بھی اپنے وجود خارجی میں شرائط نماز طہارت، استقبالِ قبلہ، تحریمہ وغیرہا پر موقوف نہیں (ان شرائط کے بغیر بھی وہ ارکان خارج میں موجود ہو سکتے ہیں) اگرچہ فقدانِ شرائط کے سبب ایسی نماز کا "شرعاً" اعتبار نہیں۔ ہاں کچھ شرعی شرطیں ایسی بھی ہیں جو رکن سے مشابہت رکھتی ہیں کہ شئے اپنے وجود خارجی میں ان کی بھی محتاج ہوتی ہے ــــ اور کچھ شل شرط رکن سے مشابہ تر بھی ہیں گویا وہ رکن اور مذکورہ شرطوں کے درمیان برزخ کی حیثیت رکھتی ہیں، تو کوئی عجب نہیں کہ ان کو رکن ہی کے نام سے ذکر کردیا جائے (اور بجائے شرط کے رکن کہہ دیا جائے) ایسی شرط کی مثال: جیسے نماز کے لیے جگہ، نکاح کے لیے عورت، تیمم کے لیے صعید۔

اقول وعلی ھذا یبتنی قول شیخ الاسلام العلامۃ الغزی رحمہ اللہ تعالٰی فی

اقول: اسی اطلاق پر (شدت مشابہت و احتیاج کی بنا پر شرط کو رکن کہہ دینے پر) متن تنویر الابصار میں شیخ الاسلام علامہ غزّی رحمہ اللہ تعالٰی اور اسکی

متنہ التنویر والمدقق العلائی فی شرحہ الدر (الاستنجاء ارکانہ اربعۃ) شخص (مستنج) وشیئ (مستنجی بہ) کماء وحجر (و) نجس (خارج) من احد السبیلین (ومخرج) دبر او قبل[1] اھ۔

شرح دُرمختار میں مدقق علائی رحمہ اللہ تعالٰی کی درج ذیل عبارت مبنی ہے "(استنجا کے چار ارکان ہیں) ـــــ (استنجا کرنے والا) شخص ـــــ وہ چیز (جس سے استنجا کیا جائے) جیسے پانی اور پتھر ـــــ وہ نجس جو سبیلین میں کسی ایک سے (خارج) ہو ـــــ (اور مخرج) پیچھے کا مقام یا آگے کا مقام اھ"

واقرہ السید العلامۃ ط معللا ایاہ بقولہ وذلک لانہ الازالۃ ولا تتحقق الا بمزیل وھو الشخص ومزال وھو الخارج ومزال عنہ وھو المخرج وآلۃ ازالۃ وھو الحجر ونحوہ[2] اھ ولم یلتفت الی ما اعترض بہ العلامۃ السید ح ان حقیقۃ الاستنجاء الذی ھو ازالۃ نجس عن سبیل لا تتقوم ولا بواحد من ھذہ الاربعۃ[3]

سید علامہ طحطاوی نے ذیل کے الفاظ سے اس قول کی علت بتاتے ہوئے اسے برقرار رکھا: "یہ اس لیے کہ استنجا ازالۂ نجاست کا نام ہے اور اس کے تحقق کے لیے ضروری ہے کہ کوئی زائل کرنے والا ہو، وہ شخص ہے، اور کوئی زائل کیا جانیوالا ہو وہ خارج ہے، اور کوئی جگہ ہو جہاں سے زائل کیا جائے وہ مخرج ہے اور کوئی ازالہ کا آلہ و ذریعہ ہو وہ پتھر وغیرہ ہے" اھ سید طحطاوی نے علامہ سید حلبی کے اس اعتراض کی طرف التفات نہ کیا کہ "استنجا جو کسی ایک راستے سے نجس چیز کو دُور کرنے کا نام ہے اس کی حقیقت ان چاروں سے یا ان میں کسی ایک سے بھی نہیں بنتی" (پھر انہیں رکن کیسے کہہ دیا گیا؟)

وتبعہ السید العلامۃ ش واطال بما حاشا العلامتین المصنف والشارح ان یکونا

سید علامہ شامی نے بھی اس اعتراض میں سید حلبی کی پیروی کی اور دونوں حضرات نے وہ سب ذکر کرکے کلام طویل کیا جس سے مصنف و شارح

---

[1] الدرالمختار فصل الاستنجاء مجتبائی دہلی ۱/۵۶

[2] طحطاوی علی الدر " " بیروت ۱/۱۶۴

[3] ردالمحتار " " مصطفی البابی مصر ۱/۲۴۶

غافلين عنه وانما اخذا بيان حقيقته هذا من فيه [عه] فی صدر هذا الكلام ثم لا يخفى عليك ان المراد بالضرب هو الامساس لا خصوص ما فی مدلوله من الشدة وان کان اولی فی بعض الصور۔

علیہما الرحمۃ کا غافل رہنا بہت بعید ہے، خود ان حضرات (حلبی وشامی) نے تیمم کی جو حقیقت بیان کی ہے وہ ابتدائے کلام میں خود ان ہی کے منہ سے سُن کر اخذ کی ہے۔ یہ بھی مخفی نہ رہے کہ ضرب سے مراد مس کرنا ہے ضرب (مارنے) کا لفظ جس شدت پر دلالت کر رہا ہے خاص وہ مراد نہیں ــــ اگرچہ وہ بعض صورتوں میں اولٰی ہے۔

ففی الخانیة والخلاصة اما صورة التيمم ما ذكر فی الاصل قال يضع يديه على الصعيد وفی بعض الروايات يضرب يديه على الصعيد فاللفظ الاول انيكون على وجه اللين والثانی انيكون الوجه مع وجه الشدة وهذا اولی ليدخل التراب فی اثناء الاصابع [1] هذا لفظ الخانية واختصره فی الخلاصة بقوله قال فی الاصل يضع يديه على الصعيد وفی بعض الروايات يضرب يعنی الوضع على وجه الشدة وهذا اولی اھ [2]

خانیہ اور خلاصہ میں ہے: "تیمم کی صورت وہ ہے جو اصل (مبسوط) میں ذکر کی ہے۔ فرمایا: اپنے ہاتھوں کو صعید (جنسِ زمین) پر رکھے ــــ اور بعض روایتوں میں ہے: اپنے ہاتھوں کو جنسِ زمین پر مارے ــــ تو پہلی عبارت کی صورت یہ ہے کہ نرمی کے طور پر ہو ــــ دوسری کی صورت یہ کہ زمین پر سختی کے ساتھ ہاتھ رکھتا ہو۔ اور یہ اولٰی ہے تاکہ مٹی انگلیوں کے درمیان داخل ہوجائے۔" یہ خانیہ کے الفاظ ہیں۔ اسے خلاصہ میں اس طرح مختصر کیا ہے: "اصل میں فرمایا: اپنے ہاتھوں کو صعید پر رکھے اور بعض روایات میں ہے: مارے اس سے سختی کے ساتھ رکھنا مراد ہے اور یہ اولٰی ہے اھ۔

عه ای من فم الشارح حيث قال الاستنجاء ازالة نجس عن سبيل فلا يسن من ريح وحصاة ونوم وفصد اھ [3] ۱۲ منہ غفرلہ (م)

یعنی حضرت شارح کی زبانی انہوں نے فرمایا ہے: استنجا رکسی ایک راستے سے نجس چیز دور کرنا ہے۔ تو ریح، کنکری، نیند اور فصد کی وجہ سے استنجا مسنون نہیں اھ ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] فتاوٰی قاضی خان باب التیمم نولکشور لکھنؤ ۱/۲۵
[2] خلاصۃ الفتاوٰی کیفیۃ التیمم نولکشور لکھنؤ ۱/۳۴
[3] درمختار فصل الاستنجاء ۱/۵۶

اقول وهذا اولى كيلا يتوهم من لفظ الخانية فى اللفظ الاول ان الوضع يختص باللين وانما المعنى انه يشمله وما علل به اولوية الضرب فى الخانية به عللوها فى غير ما كتاب كغاية البيان والعناية والحلية والبحر وغيرها۔

اقول: اور یہ تعبیر (خلاصہ کی عبارت) اولٰی ہے تاکہ وہ وہم نہ پیدا ہو جو پہلی عبارت کی توضیح میں خانیہ کے الفاظ سے پیدا ہو رہا تھا کہ رکھنے کا لفظ نرمی والی صورت سے ہی مخصوص ہے جب کہ رکھنے سے مراد عام ہے (نرمی کے ساتھ ہو یا سختی کے ساتھ) خانیہ میں ضرب کے اولٰی ہونے کی جو علت بتائی ہے وہی غایۃ البیان، عنایہ، حلیہ، البحرالرائق وغیرہا متعدد کتابوں میں بیان کی گئی ہے۔

اقول فيقتصر على ماينفصل منه تراب او نقع دون نحو حجر املس ولذا قلت فى بعض الصور نعم ان نظر الى وروده فى الأثار كما علل به فى المستصفى وثنى به فى الحلية فلا يبعد اولويته مطلقا لاتباع اللفظ الوارد۔

اقول: یہ علت (ضرب سے مٹی کا انگلیوں کے درمیان داخل ہوجانا) اسی چیز پر ضرب سے خاص ہے جس سے مٹی یا غبار جدا ہو سکے چکنے پتھر جیسی چیز پر ضرب میں یہ علت نہ پائی جائے گی۔ اسی لیے میں نے اسے "بعض صورتوں میں اولٰی" کہا ـــ ہاں اگر اس پر نظر کی جائے کہ لفظ ضرب آثار میں وارد ہے (اس لیے اس پر عمل اولٰی ہے) جیسا کہ مستصفی میں یہی علت بتائی ہے اور حلیہ میں اسے دوسرے نمبر پر ذکر کیا ہے تو بعید نہیں کہ اس بنیاد پر ضرب مطلقاً اولٰی ہو کیونکہ اس میں لفظ حدیث کا اتباع ہوگا۔

وبالجملة فليس اللازم الا المساس ومن البين ان التيمم المعهود لا تحقق له فى الخارج الا به لانه مسح الكفين بالصعيد الحقيقى وبقية العضوين بالكف الموضوع على الصعيد كما تقدم عن الكافى والبرجندى ان الواجب المسح بكف موضوع على

الحاصل لازم وضروری صرف مس کرنا ہے ـــ اور ظاہر ہے کہ اس کے بغیر خارج میں تیمم معہود کا تحقق بھی نہیں ہوسکتا کیونکہ تیمم معہود یہ ہے کہ ہتھیلیوں کا صعید حقیقی سے، اور بقیہ ہاتھوں اور چہرے کا صعید پر رکھی ہوئی ہتھیلی سے مسح ہو۔ جیسا کہ کافی اور برجندی کے حوالے سے گزر چکا کہ "واجب یہ ہے کہ مسح اس ہتھیلی سے ہو جو زمین پر رکھی

الارض[1] وعن البدائع ان الشرط امساس اليد المضروبة على وجه الارض على الوجه واليدين[2] اھ فاذا لم يضرب لم يتحقق شیئ منهما فلا وجود لان کانه الا بھذا الشرط۔

جاچکی ہے"۔ اور بدائع کے حوالے سے گزرا کہ "شرط یہ ہے کہ رُوئے زمین پر مارے ہوئے ہاتھ سے چہرے اور ہاتھوں کو مس کیا جائے" اھ — توجب ضرب ہی نہ ہو تو دونوں (صعید حقیقی سے مسح اور صعید حکمی سے مسح) میں سے کسی کا تحقق نہ ہوگا تو اس شرط کے بغیر تیمم معہود کے ارکان کا وجود ہی نہ ہوگا۔

وھذا امر شدة وضوحه ربما يزيده ايضاحا ان من قام عن نومه فجعل يمسح النوم عن وجهه وامر كفيه على ذراعيه رفعا للكسل او توضأ فمسح الماء عن وجهه وذراعيه ليس لاحد ان يتوهم ان قد تحقق اركان التيمم فی الخارج فثبت ان الضربتين من الشرائط

بہت واضح ہونے کے باوجود اس کی مزید وضاحت اس سے ہوتی ہے کہ اگر کوئی شخص نیند سے اُٹھ کر نیند کا اثر دُور کرتے ہُوئے چہرے پر ہاتھ پھیرنے لگا اور کلائیوں پر بھی سُستی دُور کرنے کیلئے ہتھیلیاں پھیرلیں، یا کسی کو وضو کرنا ہوا تو اپنے چہرے اور کلائیوں پر پانی سے مسح کیا، ان صورتوں میں کسی کو وہم بھی نہیں ہوسکتا کہ خارج میں تیمم کے ارکان متحقق ہوگئے تو ثابت ہُوا کہ دونوں ضربیں ایسی شرطوں میں سے ہیں کہ

عہ **اقول** وکان یمکن ان یرجع الی ھذا اقول السید ط لما ذکر السید الصعید من شرائط التیمم قال ھو جزء الحقیقة لانھما مسح الوجه و الیدین علی الصعید لکنه رحمه الله تعالٰی زاد بعده ولیس بشرط فجعله

اقول: درمختار کی عبارت "صعید شرائط تیمم سے ہے" پر سید طحطاوی نے فرمایا صعید حقیقت تیمم کا جز ہے اس لیے کہ وہ صعید پر ہاتھ اور چہرے پھیرنے کا نام ہے۔ سید طحطاوی کی اس عبارت کو بھی اسی طرف پھیرا جاسکتا تھا کہ شرط کو جز و حقیقت (رکن) کہہ دیا ہے۔ لیکن انہوں نے اس کے بعد ہی یہ کہہ کر کہ وہ (صعید) شرط نہیں" اپنی عبارت کو

(باقی بر صفحہ آیندہ)

---

[1] شرح النقایہ للبرجندی فصل التیمم مطبع نولکشور لکھنؤ ۱/۴۶
[2] بدائع الصنائع فصل ماتیمم بہ سعید کمپنی کراچی ۱/۵۴

التی لا تحقق التیمم المعھود فی الاعیان ایضا الا بھما فناسب ان تسمیا رکنین۔

اما التیمم الغیر المعھود فلا یتوقف علیھما بل یتحقق بادخال المحل فی موضع الغبار وبتحریکہ فیہ وبامرار الید علی النقع الواقع علی المحل وبامرار الصعید علیہ کما مر تقریر کل ذلک۔

فظھر وللہ الحمد ان مراد ائمتنا بالضرب امساس الکف بالصعید وبالرکن الشرط الذی لا تصور المشروط بدونہ وبالتیمم التیمم المعھود وھو کلام حق لا غبار علیہ۔

اما الفروع العشرۃ فکلھا فی التیمم الغیر المعھود فعدم الضرب فیھا لا ینافی رکنیتہ للتیمم المعھود وبھذا التحقیق الانیق الحقیق بالقبول تلتئم کلمات الائمۃ الفحول وتندفع الشبھات عن الفروع و

ان کے بغیر خارج میں بھی تیمم معہود کا تحقق نہیں ہوسکتا اس لیے انہیں رکن کا نام دینا مناسب ہوا۔

لیکن تیمم غیر معہود ان دو ضربوں پر موقوف نہیں، وہ یُوں بھی متحقق ہوجاتا ہے کہ اعضائے تیمم کو غبار کی جگہ داخل کردے، یا اس میں ان اعضاء کو جنبش دے یا اعضا پر پڑے ہوئے غبار پر ہاتھ پھیرلے یا جنس زمین سے کوئی چیز اٹھا کر ان اعضا پر پھیرلے۔ جیسا کہ ان سب کی تقریر گزر چکی۔

تو بحمداللہ ظاہر ہوا کہ ضرب سے ہمارے ائمہ کی مراد صعید سے ہتھیلی کو مس کرنا، اور رکن سے مراد ایسی شرط جس کے بغیر مشروط کا تصور نہیں ہوتا، اور تیمم سے مراد تیمم معہود ـــــ اور یہ بالکل بے غبار اور برحق کلام ہے۔

رہ گئے وہ دسوں جزئیات تو وہ سب تیمم غیر معہود سے متعلق ہیں ان میں ضرب کا نہ ہونا تیمم معہود میں رکنیت ضرب کے منافی نہیں ـــ اس دلکش، لائق قبول تحقیق سے ائمہ فحول کے کلمات میں مطابقت وموافقت ہوجاتی ہے، اور فروع و

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

مفترا بغیر قابل للتاویل وعلی ھذا یلزم ان یکون الوجہ والیدان ایضا اجزاء حقیقۃ التیمم والبصر جزء حقیقۃ العمی وھو کما تری ۱۲ منہ غفرلہ۔ (م)

مفتر ناقابل تاویل بنادیا ـــ اور اس پر یہ لازم آئے گا کہ چہرا اور دونوں ہاتھ بھی حقیقت تیمم کا جز ہوں اور بصر حقیقت عمی کا جز ہو، اس کی خامی وکمزوری ہر ناظر پر عیاں ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

والاصول ۞ ويرتفع النزاع المستمر من الف سنة بين الخيار العدول ۞ هكذا ينبغي التحقيق ۞ والحمد لله على حسن التوفيق ۞ وصلى الله تعالى على سيدنا ومولٰنا واٰله وصحبه ۞ وابنه وحزبه ۞ اجمعين ابد الأبدين ۞ والحمد لله رب العٰلمين ۞

اصول سے شبہات کے غبار چھٹ جاتے ہیں ۔ اور عادلانِ برگزیدہ کے مابین "ہزار سال سے جاری رہنے والے اختلاف" کا خاتمہ ہو جاتا ہے ــــــ تحقیق اسی طرح ہونی چاہئے اور حسنِ توفیق پر خدا کا شکر ہے اور اللہ تعالیٰ کا درود ہو ہمارے سردار اور آقا پر اور ان کی آل، اصحاب، فرزند، جماعت سب پر ہمیشہ ہمیشہ ۔ اور ساری خوبیاں اللہ کے لیے ہیں جو سارے جہانوں کا رب ہے ۔

الثاني عشر ظهر لك من هذه المباحث ان احسن هذه الحدود الستة ازواجها دون اوتارها وان السادس مختص بالتيمم المعهود والثاني والرابع يعمان كل تيمم بيد ان الرابع مقتصر على حقيقته فقد ادى حق الحد والثاني زاده ايضاحا بزيادة قصد التطهير ۔

بحث ۱۲ : ان مباحث سے ظاہر ہوا کہ مذکورہ چھ[1] تعریفوں میں بہتر وہ ہیں جو جفت نمبر پر آئی ہیں، وہ نہیں جو طاق ہیں ۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ چھٹی تعریف تیمم معہود سے خاص ہے اور دوسری، چوتھی ہر تیمم کو عام ہیں ۔ ہاں یہ ہے کہ چوتھی تعریف میں حقیقتِ تیمم کے بیان پر اکتفا کیا ہے تو اس نے تحدید کا حق ادا کیا اور دوسری نے " قصد تطہیر" کا اضافہ کر کے مزید وضاحت کر دی ہے ۔

---

[1] مذکورہ چھ تعریفیں یوں ہیں :

(۱) تطہیر کے لیے پاک صعید کا قصد ۔

(۲) دو مخصوص عضووں پر تطہیر کے قصد سے مخصوص شرطوں کے ساتھ صعید کا استعمال یا زمین کے کسی جز کا بقصدِ تطہیر اعضائے مخصوصہ پر استعمال ۔

(۳) مطہر صعید کا قصد اور ادائے قربت کے لیے مخصوص طور پر اس کا استعمال ۔

(۴) پاک صعید سے چہرے اور ہاتھوں کا مسح ۔

(۵) وہ طہارت جو پاک صعید کو دو مخصوص عضووں میں بقصدِ مخصوص استعمال کرنے سے حاصل ہو ۔

(۶) دو ضربیں، ایک ضرب چہرے کے لیے اور ایک ضرب کہنیوں تک ہاتھوں کے لیے ۔ ۱۲ محمد احمد مصباحی

اقول وفیہ ثلثۃ مباحث الاول

الظاہر ان المراد بالتطہیر ازالۃ النجاسۃ الحکمیۃ لکن ربما ییمم[1] المیّت اذا لم یوجد ماء او کان رجلا بین نساء او امرأۃ بین رجال او خنثی مراھقۃ مطلقا فانہ ییممہ المحرم فان لم یکن فالاجنبی بخرقۃ[1] الکل فی الدر ویأتی مفصلا وقد[2] قال عامۃ المشایخ ان المیت یتنجس بالموت نجاسۃ حقیقیۃ وھو الاظھر[2] بدائع وھو الصحیح[3] کافی وھو الاقیس عہ[4] فتح[4]۔

اقول: یہاں تین بحثیں ہیں: **اول** ظاہر یہ ہے کہ تطہیر سے نجاست حکمیہ کا ازالہ مراد ہے لیکن کبھی ایسا ہوتا ہے کہ میّت کو تیمم کرایا جاتا ہے جب پانی نہ ملے یا میت عورتوں کے درمیان کوئی مرد، یا مردوں کے درمیان کوئی عورت یا کوئی مراہق خنثی ہو مطلقاً۔ اسے کوئی محرم تیمم کرائے گا، وہ نہ ہو تو اجنبی کسی کپڑے کے ذریعے تیمم کرائے گا۔ یہ سب درمختار میں ہے اور تفصیلی ذکر آگے آئیگا ---- اور عامہ مشائخ نے یہ فرمایا ہے کہ موت سے میت نجاست حقیقیہ کے ساتھ نجس ہوجاتی ہے ---- اور یہی ظاہر تر ہے، بدائع ---- یہی صحیح ہے، کافی ---- یہی زیادہ قرینِ قیاس ہے، فتح القدیر۔

عہ لان الآدمی حیوان دموی فیتنجس بالموت کسائر الحیوان[5] فتح **اقول** ویرد علیہ ان لو کان کذا لم یمکن تطہیرہ بالغسل الاتری ان الجیفۃ لو غسلت الف مرۃ لم تطھر وانما یطھر منھا الجلد بالدباغ

اس لیے کہ آدمی، خون رکھنے والا جاندار ہے تو یہ بھی ایسے دوسرے جانداروں کی طرح موت سے نجس ہوجائیگا، فتح القدیر۔ **اقول** اس پر یہ اعتراض وارد ہوگا کہ اگر ایسا ہوتا تو غسل سے اس کی تطہیر ممکن نہ ہوتی۔ دیکھئے کہ مردار کو اگر ہزار بار بھی غسل دیا جائے تو پاک نہ ہوگا، ہاں دباغت سے صرف

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] الدرالمختار باب صلاۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۱۹
[2] بدائع الصنائع فصل فی وجوب غسل المیت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۹۹
[3] کافی
[4] فتح القدیر فصل فی الغسل نوریہ رضویہ سکھر ۲/۷۰ [5] ایضاً

اقول ای غیر الانبیاء فانھم[1]

اقول: مراد غیر انبیاء ہیں اس لیے کہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

وجلد الانسان لایحتملہ ولعل قولی ھذا اولی من قول القائلین بالحدث اذقالوا نجاسۃ الحدث تزول بالغسل لانجاسۃ الموت لقیام موجبہا بعدہ فغسل المسلم لیس لنجاسۃ تحل بالموت بل للحدث لان الموت سبب الاسترخاء وزوال العقل ولما کان یرد علیہ ان ھذا سبب الوضوء دون الغسل قالوا بل ھو سبب الغسل وکان ھو القیاس فی الحی وانما اقتصر فیہ علی الوضوء دفعا للحرج لتکرر سبب الحدث منہ بخلاف المیت[1] اھ اذ یرد علیہ مافی الفتح ان قیام الموت مشترک الالزام فان سبب الحدث ایضا قائم بعد الغسل[2] اھ۔

اس کی جلد پاک ہوجاتی ہے اور انسان کی جلد میں اس کا احتمال نہیں ـــ امید ہے کہ میری مذکورہ عبارت حدثِ میت کے قائل حضرات کی اس عبارت سے بہتر ہوگی جس میں انہوں نے یہ کہا کہ "حدث ہی کی نجاست ہے جو غسل سے دُور ہوتی ہے نہ کہ موت کی نجاست، اس لیے کہ اس نجاست کا سبب (موت) تو بعد غسل بھی قائم و باقی رہتا ہے ـــ تو مسلم کا غسل کسی ایسی نجاست کی وجہ سے نہیں جو موت سے اس میں حلول کرجاتی ہے بلکہ حدث کی وجہ سے ہے، اس لیے کہ موت اعضا کے ڈھیلے پڑنے اور عقل کے زائل ہونے کا سبب ہے" ـــ اس پر جو اعتراض وارد ہوتا تھا کہ یہ تو وضو کا سبب ہے غسل کا نہیں، تو اس کے جواب میں ان حضرات نے کہا: "بلکہ یہ غسل ہی کا سبب ہے اور زندہ شخص میں بھی قیاس کا تقاضا یہی تھا کہ اس سے غسل لازم ہو، مگر دفع حرج کیلئے اس میں صرف وضو پر اکتفا کا حکم ہوا کیونکہ اس سے یہ سبب بار بار پایا جاتا ہے بخلاف میت کے، کہ اس میں ایسا نہیں" اھ۔ اس عبارت پر وہ اعتراض وارد ہوتا ہے جو فتح القدیر میں ہے کہ "سبب کے قائم و باقی رہنے کا الزام تو دونوں ہی صورتوں میں مشترک ہے کیونکہ حدث کا سبب بھی تو غسل کے بعد قائم و باقی رہتا ہے" اھ۔ (باقی برصفحہ آئندہ)

[1] و [2] فتح القدیر فصل فی الغسل مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۷۰

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

واقول بل لیس[1] مشترکا فان الموت تبقی النجاسات متشربۃ فی البدن ولا تزول بالغسل والاسترخاء یوجب خروج ریح و بزوال العقل لا یتنبہ لہ کالنوم فکان سببا بالعرض وھما قد عرضا للمیت وھو حی فتوجہ الیہ الخطاب و ثبتت النجاسۃ الحکمیۃ فاذا غسل زالت ولا تعود لانھا حکمیۃ وقد انھی الموت توجہ الخطاب والتکلیف۔

واقول: (میری عبارت کے برخلاف قائلینِ حدث کی عبارت پر یہ اعتراض ہے اگرچہ میرے نزدیک اس کا جواب بھی ہے کہ) یہ الزام دونوں قول (نجاست وحدث) میں مشترک نہیں — اس لیے کہ موت بدن میں نجاستوں کو پیوست رہنے دیتی ہے اور وہ غسل سے دُور نہیں ہوتیں — اور اعضاء ڈھیلے پڑنا ہوا خارج ہونے کا سبب ہوتا ہے اور آدمی عقل زائل ہونے کی وجہ سے اس پر متنبہ نہیں ہوتا، جیسے نیند کی حالت میں ہوتا ہے۔ تو یہ بالعرض سبب ہوا، اور دونوں امر (اعضاء ڈھیلے پڑنا اور زوالِ عقل) میت کو حالتِ حیات ہی میں عارض ہوئے تو اسکی جانب خطاب متوجہ ہوا، اور نجاست حکمیہ ثابت ہوئی، جب اسے غسل دے دیا گیا تو زائل ہوگئی اور دوبارہ لَوٹنے والی نہیں اس لیے کہ یہ حکمیہ ہے اور موت کی وجہ سے اس کی جانب خطاب کا متوجہ ہونا اور اس کا مکلف ہونا ختم ہوگیا۔

اما اعتذارھم بان الغسل جعل مطھرا لہ تکریما کما فی الفتح **فاقول** التکریم ان[2] لایجعل جیفۃ لا ان یحکم بانہ جیفۃ خبیثۃ ثم یحکم بطھارتہ بالغسل مع

اب رہا ان (قائلینِ نجاست) کا یہ عذر کہ "تکریماً اس کے لیے غسل کو مطہر قرار دیا گیا ہے" جیسا کہ فتح القدیر میں ہے **فاقول:** تکریم تو یہ ہے کہ اسے مردار نہ قرار دیا جائے۔ یہ نہیں کہ اس کے مردار خبیث ہونے کا حکم دیا جائے پھر منافی

(بقیہ صفحہ آئندہ پر)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

قیام المنافی وقد قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان المؤمن لاینجس[1] رواہ الستۃ عن ابی ھریرۃ واحمد والخمسۃ الا الترمذی عن حذیفۃ والنسائی عن ابن مسعود والطبرانی فی الکبیر عن ابی موسٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ وزاد الحاکم من حدیث ابی ھریرۃ حیا ومیتا قال فی الفتح ان صح وجب ترجیح انہ للحدث[2] اھ۔

قائم رہنے کے باوجود غسل سے اس کے پاک ہوجانے کا حکم دے دیا جائے ــــ حالاں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "یقیناً مومن نجس نہیں ہوتا"۔ یہ حدیث صحاح ستہ میں حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے اور حضرت حذیفہ سے امام احمد اور ترمذی کے علاوہ پانچوں حضرات نے روایت کیا ہے اور حضرت ابن مسعود سے نسائی نے اور حضرت ابو موسٰی سے رضی اللہ تعالٰی عنہم طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے۔ اور حضرت ابو ہریرہ کی حدیث میں حاکم کے الفاظ یہ ہیں کہ (مومن) "حیات و موت کسی بھی حالت میں" (نجس نہیں ہوتا) فتح القدیر میں ہے: "اگر یہ روایت صحیح ہے تو اس قول کی ترجیح لازم ہے کہ غسل حدث کی وجہ سے ہے" اھ۔

اقول ولو لم یصح لکفی اطلاق الصحاح علی انہ قد صح وللہ الحمد قال فی الحلیۃ قد اخرج الحاکم عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاتنجسوا موتاکم فان المؤمن لاینجس حیا ولا میتا قال صحیح علی شرط البخاری ومسلم وقال الحافظ ضیاء الدین

اقول (الفاظ مذکورہ کے اضافہ کے ساتھ حاکم کی جو روایت ہے) اگر صحیح نہ بھی ہوتی تو صحاح ستہ کی روایت کا مطلق ہونا ہی کافی ہوتا (مومن نجس نہیں ہوتا، مطلق فرمانے سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ حیات و موت کسی حالت میں نجس نہیں ہوتا) ــ مگر بحمد اللہ روایت حاکم کی صحت ثابت ہے۔ حلیہ میں فرمایا: "حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی ہے انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "اپنے مردوں کو

[1] صحیح البخاری کتاب الغسل ۱/۳۹ [2] فتح القدیر فصل فی الغسل ۲/۷۰

(باقی بر صفحہ آیندہ)

لاموت لهم الا انیا تصدیقا للوعد ثم هم[1] | موت محض آنی تصدیق وعدۂ الٰہیہ کے لیے ہے پھر وہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

فی کتابہ اسنادہ عندی علی شرط الصحیح فترجح الاول اھ۔ **اقول** وبہ اندفع لانہ لمن تامل تاویل الغنیۃ[1] ان المراد لاینجس بالجنابۃ لسیاق حدیث ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

نجس قرار دو اس لیے کہ مومن حیات وموت کسی حالت میں نجس نہیں ہوتا"۔ اور کہا کہ یہ صحیح برشرط بخاری ومسلم ہے۔ اور حافظ ضیاء الدین نے اپنی کتاب میں فرمایا، اس کی سند میرے نزدیک برشرط صحیح ہے تو اول کو ترجیح حاصل ہوگئی اھ۔ **اقول** تامل کرنے والے کے لیے اسی سے غنیہ کی یہ تاویل بھی دفع ہوجاتی ہے کہ "حدیث ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے سیاق کی روشنی میں اس ارشاد کی مراد یہ ہے کہ مومن جنابت کی وجہ سے نجس نہیں ہوجاتا"۔

اما قول ش المراد نفی النجاسۃ الدائمۃ والا لزم ان لو اصابہ نجاسۃ خارجیۃ لاینجس[2] اھ **اقول** وقد ظھر لک دفعہ[2] بما قررنا فبون بین بین ان تصیبہ نجاسۃ من خارج فتزال وان یجعل جیفۃ خبیثۃ نجسا کل جزء جزء منہ ظاھرا وباطنا وھذا ھو حقیقۃ النجس بخلاف من اصاب جلدہ نجاسۃ من خارج فلا یصح علیہ حقیقۃ انہ نجس انما النجس ما اصابہ النجاسۃ من بشرتہ

رہا علامہ شامی کا یہ قول کہ "اس سے دائمی نجاست کی نفی مراد ہے ورنہ لازم آئے گا کہ اسے کوئی خارجی نجاست لگ جائے تو بھی نجس نہ ہو" ۔ اھ **اقول** ہماری تقریر سابق سے اس کا جواب بھی ناظر پر ظاہر ہے ۔ بڑا نمایاں فرق ہے اس میں کہ اسے خارج سے کوئی نجاست لگ جائے پھر دور کردی جائے اور اس میں کہ اسے مردار خبیث، اور ظاہراً باطناً اس کے ہر ہر جز کو نجس قرار دیا جائے ۔ یہی نجس کی حقیقت ہے۔ اس کے برخلاف جس کی جلد پر خارج سے کوئی نجاست لگ گئی ہو، اس پر حقیقی طور سے یہ بات راست نہیں آتی کہ وہ نجس ہے۔ نجس تو صرف اس کی ظاہری جلد کا وہ حصہ ہے جس پر نجاست لگی ہے۔

[1] حلیہ [2] ردالمحتار باب صلوٰۃ الجنائز داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۵۷۳

(باقی برصفحہ آئندہ)

احیاء ابدا بحیاۃ حقیقیۃ دنیاویۃ روحانیۃ جسمانیۃ کما ھو معتقد اھل السنۃ والجماعۃ ولذا لایورثون ویمتنع تزوج نسائھم صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیھم بخلاف الشھداء[۱] الذین نص الکتاب العزیز انھم احیاء ونھی ان یقال لھم اموات فعلی قول العامۃ یکون ھذا التیمم مطھرا

ہمیشہ حیات حقیقی دنیاوی روحانی وجسمانی کے ساتھ زندہ ہیں جیسا کہ اہل السنت والجماعت کا عقیدہ ہے اسی لیے کوئی ان کا وارث نہیں ہوتا اور ان کی عورتوں کا کسی سے نکاح کرنا ممتنع ہے ـــ صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہم ــــ بخلاف شہداء کے جن کے بارے میں کتاب مجید نے صراحت فرمائی ہے کہ وہ زندہ ہیں اور اس سے نہی فرمائی ہے کہ انھیں مردہ کہا جائے (مگر ان کی میراث تقسیم ہوگی، ان کی ازواج کا دوسرا نکاح ہوسکتا ہے) ـــــ تو عامہ مشائخ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

فثبت[۲] وللہ الحمد ان الحدیث ینفی تنجس المسلم بالموت فوجب کما قال المحققان ترجیح ان غسلہ لحدث وقد قال فی البحر انہ الاصح اما فرعا[۳] فساد صلاۃ حاملہ قبل الغسل والماء[۴] القلیل بوقوعہ فمبنیان علی قول العامۃ کما جوزہ ش اقول ونعمل بھما اخذا بالاحتیاط اما الکافر فجیفۃ خبیثۃ قطعا فالحکمان فیہ قطعیان واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ غفرلہ (م)

تو بحمد اللہ یہ ثابت ہوگیا کہ حدیث پاک سے موت کی وجہ سے مسلمان کے نجس ہونے کی نفی ہوتی ہے تو دونوں محققوں کے فرمان کے بموجب اس کی ترجیح ضروری ہے کہ غسلِ میت حدث کی وجہ سے ہے۔ اور بحر میں فرمایا ہے کہ "یہی اصح ہے اب رہے یہ دو جزئیے کہ اگر کوئی غسل دئے بغیر مردہ کو نماز میں لیے ہوئے ہو تو اس کی نماز فاسد ہوجاتی ہے (اور مردہ آب قلیل میں پڑجائے تو وہ پانی فاسد ہوجاتا ہے"۔ تو یہ دونوں مسئلے عامہ مشایخ کے قول کی بنیاد پر ہیں، جیسا کہ علامہ شامی نے بطور تجویز واحتمال اسے کہا ہے (یعنی یہ کہ ہوسکتا ہے کہ یہ قول عامہ کی بنیاد پر ہو، اور حقیقۃً یہ انھی کے قول پر مبنی ہے) **اقول** اور احتیاط کا پہلو اختیار کرتے ہوئے ہمارا عمل مذکورہ دونوں مسئلوں پر ہوگا۔ لیکن کافر قطعاً مردار خبیث ہے تو اس کے بارے میں دونوں حکم قطعی ہیں واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

عن خبث۔

اقول وربما یترجح بہ قول من قال ان الموت حدث وافاد فی طہارۃ البحر الرائق انہ الاصح فان التیمم لم یعرف الامطہرا عن نجاسۃ حکمیۃ قال تعالٰی اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْکُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَیَمَّمُوْا[1] الاٰیۃ الا ان یقال ان المولٰی سبحٰنہ وتعالٰی جعل ھذا المسح بالصعید مزیلا للخبث عن جمیع بدن المیت عند امتناع الغسل تفضلا منہ وتکرما تعبدا غیر معقول المعنی کما جعل المسح بالحجر مزیلا لہ فی الاستنجاء واللہ تعالٰی اعلم۔

کے قول پر یہ تیمم میّت اسے خبث سے پاک کرنے والا ہوگا۔

اقول اس سے ان حضرات کے قول کی ترجیح سمجھ میں آتی ہے جو یہ فرماتے ہیں کہ موت حدث ہے' اور البحرالرائق کے باب طہارت میں افادہ فرمایا ہے کہ یہی اصح ہے ــــ اس لیے کہ تیمم نجاستِ حکمیہ سے مطہر ہونے کی حیثیت سے ہی جانا پہچانا گیا ہے ارشادِ باری تعالٰی ہے "تم میں کا کوئی پاخانہ سے آئے یا تم نے عورتوں سے قربت کی ہو اور پانی نہ پاؤ تو تیمم کرو"۔ مگر یہ کہا جائے کہ مولٰی سبحٰنہ وتعالٰی نے غسل نہ ہوسکنے کی صورت میں جنسِ زمین سے اس مسح کو پورے بدنِ میّت سے خبث دُور کرنے والا قرار دیا ہے محض ازراہِ فضل وکرم، ایسا حکم تکلیفی جس کا معنٰی عقل کی دسترس میں نہیں، جیسے استنجا میں پتھر سے مسح کو خبث دُور کرنے والا قرار دیا ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

عہ ولابد للقائلین بالحقیقیۃ ایضا الالتجاء الی مثل ھذا فقد نصوا ان المیت تکفی فیہ غسلۃ واحدۃ وانما التثلیث سنۃ ولوکانت حقیقیۃ لوجب التثلیث فاجابوا بان ھذا من تکریم اللہ سبحٰنہ وتعالٰی عبدہ المسلم المیت جعل تطہیرہ بمرۃ واحدۃ ۱۲ منہ غفرلہ (م)

نجاست حقیقیہ ماننے والوں کے لیے بھی اس طرح کی بات سے مفر نہیں کیوں کہ انھوں نے بھی یہ تصریح کی ہے کہ میّت کے بدن کو ایک بار دھونا ہی کفایت کرتا ہے اور تین بار دھونا فقط سنّت ہے ــــ اگر نجاست حقیقیہ ہوتی تو تین بار دھونا واجب ہوتا۔ اس کا انھوں نے یہ جواب دیا ہے کہ یہ اللہ سبحانہ وتعالٰی کی جانب سے اپنے بندۂ مسلم کی میّت کی تکریم ہے کہ ایک بار سے ہی اس کی تطہیر کا حکم فرمادیا ۱۲ منہ (ت)

---

[1] القرآن ۴/۴۳

الثانی یؤمر الصبی العاقل بالوضوء والصلاۃ فان کان مریضا او علی سفر ولم یجد ماء تیمم ولا یخرج تیممہ من التیمم الشرعی کوضوئہ وصلاتہ مع انہ لا یحدث عندہ کما بیناہ فی الطرس المعدل فیراد فیہ صورۃ التطہیر وان لم یکن تطہیرا حقیقۃ لعدم النجاسۃ الحکمیۃ فکان کقول الخانیۃ الصبی العاقل اذا توضأ یرید بہ التطہیر ینبغی ان یصیر الماء مستعملا لانہ نوی قربۃ معتبرۃ[1] اھ تامل۔

دوم: عاقل بچہ کو وضو و نماز کا حکم دیا جائیگا، تو اگر وہ بیمار، یا سفر میں ہو اور پانی نہ پائے تو تیمم کرے اور اس کا تیمم، تیمم شرعی سے باہر نہیں، جیسے اس کا وضو اور نماز۔ حالاں کہ اس کے پاس حدث نہیں، جیسا کہ الطرس المعدل میں ہم نے اسے بیان کیا ہے تو اس میں تطہیر کی صورت مقصود ہوتی ہے اگرچہ حقیقۃً تطہیر نہ ہو کیونکہ نجاست حکمیہ نہیں۔ تو ایسا ہوگا جیسے خانیہ میں فرمایا ہے: "عاقل بچہ جب تطہیر کے ارادے سے وضو کرے تو پانی مستعمل ہو جانا چاہیے اس لیے کہ اس نے ایک معتبر قربت کا ارادہ کیا" اھ تامل (غور کرو)

وقد یقال علی ما بینا فی الطرس المعدل ان[ف1] النجاسۃ الحکمیۃ تعم المعاصی والمکروھات ولذا کان الوضوء علی الوضوء منویا موجبا لاستعمال الماء مع عدم حدث یسلب الماء طھوریتہ ونص[ف2] علماء الباطن منھم سیدی عبد الوھاب الشعرانی قدس سرہ فی المیزان ان للاطفال ایضا معاصی بحسبھم وان لم تعد معاصی فی ظاھر الشریعۃ وبھا یصیبھم ما یصیبھم کما لا[ف3] تعضد شجرۃ ولا تسقط ورقۃ ولا یذبح حیوان الا لغفلتہ عن التسبیح فعلی ھذا تحقق النجاسۃ الحکمیۃ فیھم ایضا

یہ بھی کہا جا سکتا ہے جیسا کہ ہم نے "الطرس المعدل" میں بیان کیا ہے کہ نجاست حکمیہ معاصی اور مکروہات دونوں ہی کو عام ہے اسی لیے نیت کے ساتھ وضو پر وضو پانی کے مستعمل ہونے کا سبب ہے جبکہ ایسا کوئی حدث نہیں جو پانی سے مطہر ہونے کی صفت سلب کر رہا ہو۔ اور علمائے باطن نے ۔ جن میں سے سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہٗ میزان الشریعۃ الکبرٰی میں رقمطراز ہیں ۔ تصریح فرمائی ہے کہ بچوں کے لیے بھی ان کی حالت کے لحاظ سے معاصی ہوتے ہیں اگرچہ ظاہر شریعت میں وہ معاصی کے دائرہ میں شمار نہیں، اور ان ہی معاصی کی وجہ سے انھیں جو مصیبت پہنچتی ہے وہ پہنچتی ہے جیسے یہ ہے کہ کوئی بھی درخت کاٹا جاتا ہے یا کوئی پتہ گرتا ہے یا کوئی جانور ذبح کیا جاتا ہے تو اس وجہ سے کہ وہ تسبیح الٰہی سے غافل

[1] فتاوٰی قاضیخان آخر فصل فی الماء المستعمل ۱/۹

حقیقۃ[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

الثالث قدمنا ان الاستعمال ھو المسح وقولک مسح العضوین علی قصد التطھیر یتبادر منہ ان الماسح ھو القاصد ولیس ھذا علی اطلاقہ فان من یمم غیرہ بامرہ یعتبر فیہ نیۃ الآمر دون المامور کما تقدم عن البحر نعم من یتمم بنفسہ او یمم میتا اعتبر فیہ نیۃ الماسح واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

ہوا۔ تو اس قول کی بنا پر بچوں میں بھی نجاست حکمیہ کا ثبوت حقیقۃً ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

سوم: ہم بتا چکے ہیں کہ استعمالِ صعید سے مراد مسح ہے۔ اور "بقصدِ تطہیر دونوں عضووں کا مسح" کہنے سے ذہن اس طرف جاتا ہے کہ مسح کرنے والا قصد کرنے والا بھی ہوگا۔ حالانکہ یہ حکم مطلق نہیں اس لیے کہ جو کسی دوسرے کو اس کے حکم سے تیمم کرائے اس میں آمر کی نیت کا اعتبار ہوگا مامور کی نیت کا نہیں جیسا کہ البحرالرائق کے حوالے سے گزرا۔ ہاں جو خود تیمم کرے یا کسی میت کو تیمم کرائے تو اس میں مسح کرنے والے کی نیت کا اعتبار ہوگا۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔ (ت)

تعریف ہفتم رضوی۔ اقول وباللہ التوفیق ان مباحث جلیلہ میں جو کچھ ہم نے منقح کیا اس پر تیمم کی تعریف اصح و اوضح و اصرح بعونہٖ تعالٰی یہ ہُوئی کہ فرض طہارت کے لیے کافی پانی سے عجز کی حالت میں مسلمان عاقل کا اپنے بدن سے نجاست حکمیہ حقیقۃً یا صورۃً یا میت مسلم کے بدن سے نجاست موت حقیقیہ یا دوسرے قول پر حکمیہ دُور کرنے کے لیے اپنے یا اُس میت کے مُنہ اور ہاتھوں سے اُتنے حصہ پر جس کا دھونا وضو میں ہے جنس زمین سے کسی کامل الطہارۃ چیز کو خود یا اپنی نیت مذکورہ سے دوسرے کو حکم دے کر اُس کے واسطہ سے یُوں استعمال کرنا کریا تو خود اس فعل سے اُن دونوں عضووں کے ہر جز کو اُس جنس ارض سے مس واقع ہو یا اپنے خواہ اپنے مامور کے وہ کف کہ اس کی نیت مذکورہ کے ساتھ جنس ارض سے اتصال دیے گئے ہوں اُن کے اکثر کا جدا جدا اتصالوں سے مُنہ اور کہنیوں کے اوپر ہر ہر ہاتھ سے اس طرح متصل ہونا کہ کوئی حصہ ایسا نہ رہے جسے خود جنس ارض یا اُس کف سے اتصال نہ ہو۔

توضیحات ہمارے ان بیانات وقیود کے بہت فوائد مباحث سابقہ سے روشن ہیں مگر ہمارے عوام بھائی کہ عربی نہ سمجھیں اُن کے لیے اجمالاً اعادہ اور کثیر و عزیز جدید فوائد کا کہ پہلے مذکور نہ ہوئے افادہ کریں

---

[1] المیزان الکبرٰی خاتمۃ الکتاب مصطفی البابی مصر ۲/ ۲۰۹